گوری کرت سنگھار

پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام

نبیلہ عزیز

www.paksociety.com

نبیلا عزیز

"گوری ۔۔۔ او ۔۔۔ گوری! اٹھ جا پتر' نماز کا وقت ہو گیا ہے۔" اماں وضو کر کے غسل خانے سے باہر نکلیں تو گوری کو جگانے کے لیے تان لگائی۔ لیکن اماں کی پہلی دو تین آوازیں تو بس دیواریں ہی سنتی تھیں اس کے بعد کہیں جا کر گوری پہ اثر ہوتا تھا اور یہ تو ان کی ابھی پہلی آواز تھی۔

"گوری اٹھ جا' پھر وقت کم رہ جائے گا' قرآن پاک بھی پڑھنا ہوتا ہے تم نے۔" اماں برآمدے میں آ کر شیلف پہ رکھی جائے نماز اٹھا کر بچھانے لگیں اور ساتھ ساتھ اسے آواز دینے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

مکمل ناول

"ارے سویرے سویرے ۔ ل میرے منہ سے کچھ الٹا سیدھا سننا چاہتی ہے؟ اب اٹھ جا' رات رات بھر جاگ کر کہانیاں پڑھتی رہتی ہے اور فجر ویلے خبر بھی نہیں ہوتی کہ اللہ کا ذکر بھی کرنا ہے۔" وہ اب جائے نماز پہ کھڑی ہو چکی تھیں۔

"اف اماں! کچھ تو خدا کا خوف کریں' کب اللہ کا ذکر نہیں کرتی؟ رات کو بھی عشاء کی نماز پڑھ کر سوتی ہوں' صبح اٹھ کے بھی فجر کی نماز پڑھتی ہوں۔" وہ چہرے سے چادر ہٹا کر خفگی سے بولی تھی۔ آنکھیں آدھی کھلی تھیں اور آدھی بند تھیں۔

"اور بیچ کی تین نمازیں تیرا فیشن کھا جاتا ہے' ان کے لیے تجھ سے وضو نہیں ہوتا' تجھے اپنے اجلے سرے' خراب ہونے کا ڈر ہوتا ہے اور تین نمازیں بددعائیں دیتی رہ جاتی ہیں۔" اماں نے غصے سے تلملا کے کہا تھا اور وہ دہل گئی تھی۔

"خدا کے لیے اماں! اب ڈرائیں تو مت' میں تو باقی تینوں بھی پڑھتی ہوں۔" اس نے کھسیانے سے انداز میں کہا۔

ڈریں تمہارے دشمن' تمہیں بھلا کیا ضرورت ہے ڈرنے کی؟ ۔۔۔"

"اماں! تمہیں تو مجھ سے اللہ واسطے کا بیر ہے' تمہیں تو بس بہانا چاہیے ہوتا ہے۔" وہ چادر پرے پھینک کر بڑبڑاتی ہوئی چارپائی سے اٹھ گئی اور اماں کو جب اطمینان ہو گیا کہ وہ نماز کے لیے وضو کرنے جا رہی ہے تو انہوں نے پلٹ کر اپنی چادر درست کی اور نماز کی نیت باندھ لی تھوڑی دیر بعد وہ بھی وضو کر کے جائے نماز پہ آ کھڑی ہوئی تھی نماز کے بعد قرآن پاک کھول کے بیٹھ گئی اور تقریباً" ایک گھنٹہ وہ تلاوت کرتی رہی اور اماں وظیفہ پڑھتے ہوئے اس کی تلاوت کی آواز سنتی رہیں پورا ایک سیپارہ ختم کیا تو بڑی عقیدت کے ساتھ قرآن پاک کو چومتے ہوئے جزدان میں لپیٹ کر اندر الماری میں رکھ آئی اس کے بعد اس کا اپنا ٹائم شروع ہو گیا تھا سب سے پہلے اپنی چوٹی کھول کر بالوں میں کنگھی کی اور اچھی طرح کنگھی کرنے کے بعد دوبارہ سے چوٹی گوندھ لی تھی' پھر ہمیشہ کی طرح آنکھوں میں بھر بھر کے کالا سیاہ کاجل ڈالا اور اپنے آپ کو ہر زاویے سے دیکھ پرکھ کے باہر نکل آئی تھی کیونکہ نماز اور اپنے کاموں کے بعد گھر کے کاموں کی باری ہوتی تھی۔

"او ئے کامی' او ئے بالی' اٹھ جاؤ مسجد جانے کا ٹائم ہو گیا ہے' مولوی صاحب جماعت پڑھا چکے ہیں' اٹھ وضو کرو اور مسجد جاؤ۔" اب گوری کی ڈیوٹی چھوٹے

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com
www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

دونوں بھائیوں کو مسجد بھیجنے کی تھی اس نے ان دونوں کے اوپر سے چادریں کھینچ لی تھیں۔

"اس گھر میں بھی ایک سے بڑھ کے ایک نمونہ ہے' اماں تجھ پہ نازل ہوتی ہیں اور تو ہم پہ نازل ہو جاتی ہے۔" بالی خفگی اور بے زاری سے کہتا بڑبڑاتا ہوا اٹھ گیا تھا اور اس کے پیچھے دوسرے کو بھی اٹھنا پڑا جب ایک کو معافی نہیں تھی تو پھر دوسرے کو کیسے ملتی؟

"اور تم دونوں جا کر مولوی صاحب پہ نازل ہو جاتے ہو' مولوی صاحب تمہیں پڑھا پڑھا کر بوڑھے ہو گئے اور تم دونوں پڑھ پڑھ کے بوڑھے ہو گئے لیکن قرآن پاک ابھی تک ختم نہیں کیا' کچھ شرم کرو دونوں' داڑھی مونچھ نکلنے کو ہے تمہاری اور تم ابھی سیپارہ پڑھنے جاتے ہو؟" گوری صحن سے بستر اور چارپائیاں سمیٹتے چھوٹے دونوں کو جھاڑ رہی تھی۔

"بوڑھی ہو گی تو' میں تو ابھی دس سال کا ہوں' بے شک اماں سے میری تاریخ پیدائش نکلوا کے دیکھ لے۔" بالی اس کی اس قدر مبالغہ آرائی سے چڑ گیا تھا اس نے بچوں کو بوڑھا بنا دیا تھا۔

"اماں کہاں کی ایڈووکیٹ ہیں جن کے پاس ساری تاریخیں لکھی ہوں گی؟ اس سے پوچھ کہ بالی کب پیدا ہوا تھا تو بتائے گی "جدوں واڈی پئی سی" (جب گندم کی کٹائی ہوئی تھی)۔" گوری نے بالی کا مذاق اڑایا اور وہ منہ بنا کے رہ گیا کیونکہ اس بار وہ واقعی سچ کہہ رہی تھی۔

وہ جب بھی اماں سے تاریخ پیدائش پوچھتے وہ ایسے ہی جواب دیتی تھیں "کاکی کی پیدائش کی یہ نشانی تھی کہ جب وہ پیدا ہوا تب ساون کا مہینہ تھا اور گوری ہاڑ جیٹھ کے مہینے میں پیدا ہوئی تھی جب سورج بھی ہر طرف آگ اگلتا تھا اور وہ بھی اس آگ میں اضافہ کرنے کے لیے آگئی تھی' البتہ ان تینوں کی تاریخ پیدائش صرف ابا کو پتا تھی جنہوں نے کاغذ پہ لکھوا کے اپنے لوہے کے بکسے میں رکھی ہوئی تھیں۔

"گوری! لسی بن گئی؟" ابا بھینسوں کا دودھ باورچی خانے میں رکھ کر شیدے کی ہٹی پہ تھوڑی دیر اخبار پڑھنے چلے گئے تھے اب واپس آئے تو لسی کی طلب ہوئی تھی جو عام دیہاتی لوگوں کی طرح ان کی غذا کا حصہ تھی۔

"ابھی بنانے لگی ہوں ابا۔" وہ برآمدے کے ستون کے پاس رکھی مدھانی کے سامنے پیڑھی ڈال کے بیٹھ گئی اور دودھ بلونے لگی' دودھ بلونا ایک محنت طلب کام تھا اس لیے صبح اماں روٹیاں پکانے بیٹھ جاتی تھیں اور وہ دودھ بلونے' سب کو تازہ مکھن اور لسی کی عادت تھی ان دونوں چیزوں کے بغیر ان کا ناشتا ادھورا ہوتا تھا۔

"آج داور نہیں آیا؟" ابے نے چارپائی پہ بیٹھتے ہوئے پوچھا اور گوری ٹھٹک گئی۔

"وہ تو شہر گیا ہوا ہے مہینہ ہو گیا ہے۔" اسے جو معلوم تھا اس نے وہی کہا۔

"وہ آیا ہوا ہے۔" انہوں نے سرسری سا کہا گوری کے ہاتھ تھم گئے مدھانی کے چڑے کے سپے اس کے ہاتھوں میں دبے ہوئے تھے۔

"آپ کو کس نے کہا؟"

"خاور نے بتایا تھا کہ وہ رات سے آیا ہوا ہے۔" ابا کی اطلاع پہ گوری کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی کیونکہ اسے حیرت اور اچنبھا ہوا تھا کہ داور آیا ہوا ہے اور اسے پتا ہی نہیں؟ اور وہ بھی تو ان کی طرف نہیں آیا تھا؟ آج تو اس نے پراٹھے کے لیے مکھن بھی نہیں مانگا تھا۔ حیرت سی حیرت تھی اس کے لیے۔

"پتر! کام چھوڑ کے کیوں بیٹھ گئی ہے' لسی بنا کے دے۔ بڑی پیاس لگی ہے۔" ابا صبح سویرے اٹھ کر نماز کے بعد بھینسوں کی کافی دیکھ بھال کرتے تھے اس لیے ناشتے کے وقت تک خاصا تھک جاتے تھے اور بھوک بھی لگ رہی ہوتی تھی۔

"جی ابا! بس بن گئی ہے لسی۔" وہ اپنے کسی دھیان سے چونکی اور لسی نکال کے ابا کو دینے لگی۔ ابا ناشتا کرکے پھر گھر سے نکل گئے اور گوری چند ضروری کام نبٹا کے خالہ زہرہ کے گھر آگئی اس کے دل کو بے چینی

لگی ہوئی تھی کہ وہ ان کے گھر کیوں نہیں آیا؟ وہ ٹھیک تو ہے؟ اس کو کھدبد ہو رہی تھی لیکن پہلا سامنا خاور سے ہوا تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے سر پہ دوپٹہ ڈالتے ہوئے کہا' خاور نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں' آپ کب آئے؟" اس نے خاور سے ہی پوچھ لیا وہ بھی کافی دنوں سے شہر گیا ہوا تھا۔

"رات کو میں اور داور اکٹھے ہی آئے تھے۔" خاور کو پتا تھا کہ وہ کیا جاننا چاہ رہی ہے۔

وہ اپنی مسکراہٹ دبا گیا لیکن اس کی مسکراہٹ گوری کی نظروں سے مخفی نہیں رہ سکی تھی۔

"خالہ کہاں ہے؟" وہ بات بدل گئی۔

"وہ اندر رسوئی میں ہیں۔" خاور نے اشارہ کیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا اتنے میں داور نہا کر بالوں میں تولیہ رگڑتا ہوا غسل خانے سے باہر نکل آیا تھا۔ اور برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے بھی گوری کو دیکھ لیا تھا۔

"کیسی ہو۔" وہ اسے دیکھ کر ٹھہر گیا۔ لیکن وہ شان بے نیازی سے سنی ان سنی کرتی ہوئی پلٹ کر باورچی خانے میں داخل ہو گئی اور داور اس کی پشت کو دیکھ کے رہ گیا۔

اس کے تور خاصے خطرناک تھے لیکن اب تو وہ پوچھ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہوا کیا ہے؟ اتنی بے رخی اور ناراضی کس لیے؟ کیونکہ وہ اماں کے پاس جا بیٹھی تھی۔

☆ ☆ ☆

"السلام علیکم خالہ۔" اس نے ان کے صحن میں داخل ہوتے ہوئے ذرا بلند اور اونچی آواز میں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام' میں صدقے' میں بسم اللہ' میرا پتر بڑے دنوں بعد آیا ہے۔" اماں داور کو دیکھتے ہی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے کھڑی ہو گئیں اور دوپٹے سے ہاتھ پونچھتے ہوئے اس کے کندھے پہ شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

"کیسا ہے میرا بچہ؟"

"اللہ کا شکر ہے خالہ! ٹھیک ٹھاک ہوں' صبح سے آپ کو کہیں دیکھا نہیں تو میں نے سوچا کہ میں خود جا کر آپ سے مل لوں' کیسی ہیں آپ؟" اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہائے ماں صدقے' ماسی کو یاد تو رکھتا ہے نا' پتر میں ٹھیک ہی ہوں بس یہ سر کا درد لگا گیا ہے' جس روز شروع ہوتا ہے آگے پیچھے کا ہوش نہیں رہتا' مت ماری جاتی ہے۔" خالہ نے اپنا دکھڑا رویا۔

"ڈاکٹر کو نہیں دکھایا آپ نے؟" داور چارپائی گھسیٹ کر خود ہی بیٹھ گیا تھا۔

"پتر! ڈاکٹر کے پاس جاتی ہوں تو درجن درجن گولیاں ڈال کے دے دیتے ہیں' حکیم صاحب کے پاس جاتی ہوں تو سونی پڑیاں بنا بنا کر تھما دیتے ہیں اور مولوی صاحب کے پاس جاؤ تو وہ کہتے ہیں دن رات دم

خواتین ڈائجسٹ

ف سے

ں کے یک ور ول

زخم کو ضد تھی مسیحائی سے

فوزیہ یاسمین

قیمت --- 250/- روپے

منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37- اردو بازار

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرواتی رہو۔ کسی نے تعویذ ڈال رکھے ہیں اب تم بتاؤ کہ کس کے کہے پہ عمل کروں؟" اماں نے داور سے رائے لی۔

داور مسکرا دیا "آپ اکیلی کیوں بیٹھی ہیں' باقی سب کہاں ہیں؟" وہ بلا خر پوچھ ہی بیٹھا تھا۔

"کامی اور بالی گلی ڈنڈا کھیلنے کے لیے واڑے کی طرف گئے ہوئے ہیں' تیرا چاچا شیدے کی ہٹی پہ ہوگا' اور گوری اوپر چھت پہ ہے چھنو کے ساتھ باتوں میں لگی ہوگی۔" اماں نے اوپر چھت کے طرف اشارہ کیا تو داور کی نظر بلا ارادہ ہی چھت کی سمت اٹھ گئی گوری سیمنٹ سے بنے جنگلے کے قریب کھڑی صحن کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ داور کی نظر سے نظر ملتے ہی خفگی سے پیچھے ہٹ گئی۔

"گوری او گوری نیچے آ' داور آیا ہے' کچھ چائے پانی بنالے۔" اماں نے خاصی اونچی آواز سے پکارا تھا۔

"آپ ٹھہریں میں دیکھتا ہوں۔" داور کو بہانا ہاتھ آگیا اور فوراً "کہہ کر سیڑھیاں چڑھ آیا تھا' چھنو گوری اور داور کے گھر ساتھ ساتھ ہی تھے گھروں کی دیواریں اور چھتیں جڑی ہوئی تھیں اس لیے چھت پہ باآسانی کھڑے ہو کر باتیں بھی ہو جاتی تھیں اور آس پڑوس کا نظارہ بھی' گوری کا گھر چھنو اور داور کے درمیان تھا۔ ایک طرف داور کا گھر تھا اور ایک طرف چھنو کا۔ اس وقت بھی وہ دونوں باتیں کر رہی تھیں جب وہ اوپر آیا۔

"السلام علیکم۔" اس نے اخلاقاً "سلام کیا۔

"وعلیکم السلام داور بھائی کیسے ہیں آپ؟" چھنو نے بھی اخلاق نبھایا۔

"ٹھیک ہوں' آپ لوگوں کی گفتگو ختم ہوئی یا نہیں؟" اس نے نپے تلے انداز سے کہا۔

"آپ آگئے ہیں تو سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ گفتگو بھی اور ناراضی بھی۔" چھنو گوری کو دیکھتے ہوئے شرارت سے بولی۔

"اپنا منہ بند رکھو۔" گوری نے گھورا تھا اسے۔

"کہو تو آنکھ بھی بند کر لیتی ہوں؟"

چھنو جاتے جاتے بھی چھیڑنے سے باز نہیں آئی تھی اور گوری ضبط کر کے رہ گئی داور اس کے برابر آکھڑا ہوا اور دونوں ہاتھ چھوٹی سی دیوار پہ جما دیے تھے گوری نے نظر جھکالی۔ ایک ماہ بعد آیا تھا' خاصا صحت مند اور نکھرا نکھرا سا لگ رہا تھا

"ناراض کیوں ہو؟" اس نے آہستگی سے پرسکون ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا لیکن گوری جواب دینے کے بجائے پلٹ کر جانے لگی تو داور نے بے ساختہ اس کے دوپٹے کا پلو تھام لیا۔

"رکو" یہ اس کے روکنے کی پرانی عادت تھی بچپن میں اس کا ہاتھ تھام کے روک لیتا تھا لیکن جب سے ہوش سنبھالا تھا اور ہاتھوں کا لمس لو دینے لگا تھا' اس نے ہاتھ پکڑ کر روکنا چھوڑ دیا تھا۔ ہاتھوں میں ہاتھ آتے تو جذبے پگھلنے لگتے تھے اس لیے احتیاط ہی بھلی تھی۔

"کیوں؟" وہ تیکھے پن سے بولی۔

"پہلے میری بات کا جواب دو۔" وہ اس کا پلو چھوڑے بغیر بولا۔

"کیسا جواب؟"

"تم ناراض کیوں ہو؟" داور نے سوال دہرایا۔

"کیا تم نہیں جانتے؟"

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر فائدہ کیا ہے پوچھنے کا؟ چھوڑو اس بات کو۔" اس نے اس کے ہاتھ سے پلو کھینچ لیا۔

"لیکن یار! میں تمہیں کیسے بتاتا' رات کا اتنا ٹائم ہو رہا تھا۔ پچھلا پہر لگ چکا تھا۔؟" داور نے خفگی سے کہا۔

"دیوار سے بالی کو آواز دے لیتے۔" اس کی اپنی منطق تھی۔

"ہاں رات کے بارہ بجے سوئے ہوئے بالی کو آواز دے کر کہتا کہ میں آگیا ہوں گوری کو بتا دو۔" اس نے جھنجلا کے کہا۔

"تو اس میں کیا حرج تھا؟" وہ اپنی بات پہ ڈٹی ہوئی تھی اور داور چپ ہو گیا۔

"تم مجھے زچ کرنے کے لیے ایسا کرتی ہو نا؟"

ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ایک مہینے ہوگیا مہینے بھر کی کسر بھی پوری نہ کروں؟" وہ اٹھلا کے بولی اور داور کے چہرے پہ نہ چاہتے ہوئے مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"اسی طرح کسر پوری کرنی تھی؟ میرا پورا دن ٹینشن میں گزر گیا کہ نہ جانے کیا خطا کر بیٹھا ہوں۔" اس نے شکوا ریت سے کہا۔

"خطا تو تم واقعی کر بیٹھے ہو۔" گوری کا لہجہ اور انداز معنی خیز تھے۔

"محبت خطا نہیں ہوتی۔" داور نے تردید کی۔

"تو کیا ہوتی ہے؟"

"کبھی فرصت میں بتاؤں گا۔" اس نے ٹالا۔

"کب فرصت ملے گی تمہیں؟ کب پیچھا چھوڑو گے اس پڑھائی کا؟" گوری خفا خفا سی بولی۔

"بس چند مہینے رہ گئے ہیں' تمہارا انتظار ختم ہو جائے گا۔" داور تسلی دے رہا تھا۔

"کبھی کبھی انتظار کر کے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"پانے کی لگن سچی ہو تو سب کچھ حاصل ہوتا ہے' حاصل اور لاحاصل کا فیصلہ نیت کے ترازو پہ ہوتا ہے۔" داور نے دلیل دے کر سمجھایا۔

"خیر چھوڑو یہ بتاؤ کہ تم میرے ڈائجسٹ لائے ہو؟" وہ زیادہ دیر سنجیدہ نہیں رہ سکتی تھی اس لیے اپنے اصلی رنگ میں لوٹ آئی۔

"ہاں یار! تینوں لایا ہوں جو تم نے لکھ کر دیے تھے۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور؟" وہ اور کچھ پوچھ رہی تھی۔

"اور تو تم نے کچھ نہیں کہا تھا یار؟" وہ انجان بنتے ہوئے بولا۔

"یاد کر لو شاید میں نے کچھ کہا ہو؟" وہ دھمکی دینے والے انداز میں بولی۔

"ہاں ہاں یاد آیا' تم نے سرخ چوڑیاں کہی تھیں۔" اس نے یاد کرنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اور؟" وہ پھر پوچھ رہی تھی۔

"اور کالا پراندہ سرخ پھندوں والا۔" داور نے اور یاد کیا۔

"اور؟"

"اور سرخ نیل پالش اور لپ اسٹک۔" وہ بھی یاد کرتا جارہا تھا۔ گوری نے اسے اپنی چیزوں کی پوری لسٹ دے کر بھیجی تھی۔

"اور؟"

"بس یار! یہی چیزیں تم نے منگوائی تھیں' لسٹ ختم ہوگئی۔"

"یہ ساری چیزیں تو میں نے خود منگوائی تھیں۔ تم بتاؤ تم میرے لیے کیا لے کر آئے ہو؟" وہ گھور کے بولی۔

"میں خود آگیا ہوں' یہ کافی نہیں ہے؟" داور مسکراتے ہوئے بولا۔ گوری کے چہرے پہ رنگ بکھر گئے تھے۔

"مجھے تمہارے آنے نہ آنے سے کیا مطلب؟ مجھے تو اپنی چیزوں کی فکر ہوتی ہے۔" اس نے کندھے اچکا کے کہا۔

"او کے۔ آئندہ چیزیں بھیج دیا کروں گا اور خود ویک اینڈ پہ بھی وہیں رک جایا کروں گا۔" وہ بھی اسی کے سے انداز میں بولا تھا۔

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ شہر کو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا' رنگ برنگی فیشن ایبل لڑکیاں دیکھنے کو ملتی ہیں' بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ دو چار تو پھانس بھی رکھی ہوں گی' آخر یونیورسٹی میں پڑھتے ہو۔" اس نے کھڑے کھڑے اس پہ الزام بھی داغ دیا تھا۔

"دو چار نہیں صرف ایک۔" اس نے گوری کے جملے کی تصحیح کی۔

"کیا کہا؟" وہ یکدم اس کی طرف پلٹی اور داور کے چہرے پہ مسکراہٹ دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"وہ ایک بھی آفت ہے۔" وہ اسے سراپا دیکھتے ہوئے بولا۔

"اچھا تو میں تمہیں آفت نظر آتی ہوں؟"

"تم تو مجھے نہ جانے کیا کیا نظر آتی ہو؟" وہ شرارت سے بولا۔ اور گوری خود ہی کھلکھلا کے ہنس پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

"زبیدہ سے ملنے گئے تھے تم؟" خاور ناشتا کررہا تھا جب ابا جی نے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"کیوں؟ میں نے تمہیں کہا بھی تھا؟" ابا کے ماتھے پہ بل پڑ گئے تھے۔

"روز' روز جانا اچھا نہیں لگتا۔"

"کیوں اچھا نہیں لگتا؟ تیری پھوپھی ہے وہ۔" انہوں نے غصے سے کہا۔

"میری ہونے والی ساس بھی ہیں وہ۔" خاور نے دوسرا رشتہ جتایا۔

"ابھی ساس نہیں بنی ابھی پھوپھی ہی ہے۔"

"یعنی آپ کا مطلب ہے کہ نورین میری منگیتر نہیں ہے؟" خاور پراٹھا ختم کرکے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے بولا۔

"تو آخر کہنا کیا چاہتا ہے؟" ابا جی کو تاؤ آگیا۔

"جو آپ سمجھ ہی نہیں رہے۔" خاور کا لہجہ پہلے جیسا ضدی اور ہٹ دھرم محسوس ہورہا تھا۔

"میری کھوپڑی تپتی نہ کر' نہ ہی میرے ساتھ الٹی سیدھی باتیں کیا کر۔" ابا جی کو خاور سے اور خاور کو ابا جی ہمیشہ اختلاف رہتا تھا۔

"اسی طرح' بالکل اسی طرح جب میں پھوپھی زبیدہ کے گھر جاتا ہوں تو میری کھوپڑی بھی تپتی ہوجاتی ہے (گرم ہوجاتی ہے)۔" وہ چائے ختم کرکے دونوں ہاتھ رگڑتا ہوا کھڑا ہوگیا تھا۔

"تجھے آخر اس سے تکلیف کیا ہے؟" ابا جی کا غصہ بڑھ گیا تھا۔

"منگنی سے پہلے پوچھتے تو بتاتا آپ کو۔"

"نہ تو اب بتادے۔ کیا تکلیف ہے تجھے میری بھانجی سے؟" ابا جی حقہ گڑگڑانا چھوڑ چکے تھے۔

۔ نہیں رہا جانے کا' خیر آپ اپنا خون نہ ں نکل جلا جاؤں گا زبیدہ پھوپھی کے گھر۔" خاور ں جاب کرتا تھا' اس لیے اس کی رہائش بھی شہر ہی تھی۔ وہ بھی ویک اینڈ پہ ہی گھر آتا تھا۔

"تو بے شک نہ جا۔ میں دیکھ لیتا ہوں کہ تو کیا کرتا ہے؟" ابا نے وار تنگ دی۔

"میں نے کیا کرنا ہے؟ جو بھی کرنا ہے اللہ نے کرنا ہے۔" اس نے عاجزی و انکساری سے کہا۔

"لیکن دیکھیں ابا! اپنی بہن کو سمجھادیں کہ وہ اپنی بیٹی کو سمجھا کے رکھیں میں ان کے گھر جاؤں تو مجھ سے الٹی سیدھی باتیں نہ کیا کرے' وہ بدزبان ہے تو میں خود بڑا بدلحاظ ہوں' میرے منہ نہ لگا کرے۔" اس نے بھی ابا جی کو دو رنگ دی تھی۔

"ارے یہ کیا تم دونوں باپ بیٹا اک دوسرے کو دھمکیاں دے رہے ہو۔ ارام سکون سے ٹھہر ٹھہر کے بات کرو' اتنے غصے میں کیوں ہو؟" اماں بالآخر باورچی خانے سے نکل آئی تھیں۔

"اماں! آپ سمجھائیں ابا کو —— آج کل ہے . کا بھوت سوار ہے ان پہ۔" خاور ماں کو کہتا خود باہر نکل گیا تھا اور ابا جی پیچھے اسے نجانے کیا کیا گالیاں بکتے رہ گئے۔

"خیر تو ہے؟ یہاں کیا ہورہا ہے؟" داور ابھی ابھی گھر میں داخل ہوا تھا وہ صبح صبح تازہ ہوا سے لطف اندوز ہونے کے لیے باہر زمینوں کی طرف نکلا ہوا تھا۔

"وہ خبیث دماغ خراب کرگیا ہے میرا۔" ابا جی کا غصہ کم نہیں ہورہا تھا اور داور کو پتا چل گیا تھا کہ یہ لقب کس کے لیے ہے حالانکہ خاور اس سے بڑا تھا لیکن ابا جی اسے بڑے بیٹوں جیسا پروٹوکول نہیں دیتے تھے۔

"کیا ہوا ہے؟ پھر کچھ کہہ دیا ہے انہوں نے؟" وہ ان کے قریب ہی چارپائی پہ بیٹھ گیا۔

"وہ کیا کہے گا بھلا؟ میں کہوں گا' عاق کروں گا اسے۔ ابا جی بھڑک رہے تھے اور داور مسکرادیا کیونکہ اسے پتا تھا کہ یہ ان کا تھوڑی دیر کا غصہ ہے' تھوڑی دیر بعد وہ اپنے سارے قول بھول جائیں گے۔

"چھوڑیں ابا جی! اس عمر میں اتنا غصہ نہ کیا کریں۔" داور ان کے پاؤں دباتے ہوئے بولا۔

"اسے باپ سے بات کرنے کا ڈھنگ ہی نہیں ہے۔"

"آپ بھی تو ڈھنگ کی بات کیا کریں نا؟" اچانک خاور گھر میں داخل ہوا تھا شاید گلی سے ہی گھوم پھر کے آگیا تھا۔

"دیکھ خاور باز آجا' تو نے ابھی میرا غصہ نہیں دیکھا۔"

ابا جی پھر اٹھ کے بیٹھ گئے تھے لیکن اس بار داور نے بیچ بچاؤ کروا دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"تم پھر جارہے ہو؟" وہ آہستگی سے بولی۔ اس کے لہجے میں اداسی گھلی تھی لیکن وہ اپنی اداسی چھپانے کی کوشش کررہی تھی۔

"جانا تو ہے۔" وہ اپنے کپڑے بیگ میں رکھتے ہوئے بولا۔

"تو گے کب؟" اس نے دوسرا سوال کیا۔

"اگلے مہینے۔" وہ اپنی پینٹ اور شرٹ تہ کرکے رکھ رہا تھا۔

"اگلے ہفتے کیوں نہیں؟" اس کی اداسی خفگی میں بدل گئی داور نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"اگلے ہفتے ہی آجاؤں گا۔" اس کے لہجے میں مسکراہٹ تھی۔

"تو پھر میں اپنی لسٹ ا اوں؟'

"ہیں؟ پھر لسٹ؟" داور بدک گیا۔

"چیزیں بھی بھلا کبھی ختم ہوئی ہیں؟"

"لیکن گوری روز روز اتنے پیسوں کا سامان منگواتی ہو' کچھ تو۔"

"اپنے پیسوں سے منگواتی ہوں' تم سے نہیں لیتی' جس روز تمہارے پیسوں سے چیزیں لوں تب منع کرنا۔" اس نے داور کی بات کاٹ دی۔

"اف! تم خالہ کو تباہ کروگی۔" وہ دائیں بائیں

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سرہلاتے ہوئے بولا۔

"کون سی خالہ کو؟ اپنی خالہ کو یا تمہاری خالہ کو؟" گوری کے انداز میں معنی خیزی تھی۔

"باری باری دونوں کو۔" داور ہنسا۔

"اور تمہیں بھی۔"

"مجھے تو تم نے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی کر دیا ہے۔ اب کسی اور کی طرف دیکھنے کی کوشش بھی کروں تو لگتا ہے کہ بے ایمانی کر رہا ہوں۔" داور نے آہ بھری۔

"تم کسی اور کی طرف دیکھو تو سہی' ٹانگیں نہ توڑ دوں تمہاری۔" وہ کہاں لحاظ کرنے والی تھی۔

"میری ٹانگیں توڑ دو گی تو چیزیں کون لائے گا؟"

"خود لے آؤں گی' لیکن تمہاری ٹانگیں توڑ کے چارپائی پہ بٹھا دوں گی۔"

"اف توبہ! اتنی خطرناک محبت؟" اس نے حیرانی سے کہا۔

"میں خود بھی بڑی خطرناک ہوں۔"

"یہ مجھ سے بہتر اور کون جان سکتا ہے بھلا؟" داور برجستہ بولا۔

"گوری چلی گئی؟" باہر سے خالہ زہرا کی آواز سنائی دی۔

"نہیں خالہ! ابھی یہیں ہوں۔" گوری باہر آگئی۔

"داور سے کہو' خاور بلا رہا ہے۔ گاڑی تیار ہے۔" انہوں نے آواز دی۔

"میں تیار ہوں اماں۔" وہ اپنا بیگ لے کر باہر نکل آیا تھا۔

"تمہاری لسٹ؟" داور نے اس کے پاس ٹھہرتے ہوئے پوچھا۔

"پھر دے دوں گی ابھی تم جاؤ۔" وہ لاپروائی سے بولی۔

"کیا پیسے نہیں ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے میں نے ابھی کل ہی چھ سو کی تین دیسی مرغیاں بیچی ہیں اور دو درجن انڈے بھی' کافی پیسے ہیں لیکن ارادہ نہیں ہے۔" اس نے وجہ بتائی۔

"او کے پھر ٹھیک ہے تھوڑی بچت بھی ہو جائے گی۔" وہ مسکرا کے شرارت سے کہتا اماں کی طرف جھکا اور ان سے دعائیں سمیٹ کر گاڑی کی طرف آ گیا۔ ابا جی پہلے ہی ڈیوڑھی میں کھڑے تھے ان سے گلے مل کر جانے کے لیے رخصت ہوا اور پلٹ کر گوری کو دیکھا وہ اماں کے کندھے سے لگی بیٹھی تھی اور اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"خیر سے جاؤ۔" انہوں نے دعا کی اور خاور ہاتھ ہلاتے ہوئے گاڑی نکال لے گیا تھا۔ یہ گاڑی خاور کی تھی کچھ اس نے اپنی تنخواہ سے پیسے جمع کیے تھے اور کچھ دو تین مرلہ زمین بیچی تھی کیونکہ اسے گاڑی کا شوق تھا البتہ داور کے پاس بائیک تھی جو اس نے شہر میں یونیورسٹی آنے جانے کے لیے رکھی ہوئی تھی۔ کبھی کبھار اسے گاؤں بھی لے آتا تھا اور تب گوری کی ضد ہوتی کہ مجھے ساتھ بٹھا کر پورے گاؤں کی سیر کرواؤ یا پھر تھوڑی دیر کے لیے ٹھنڈی نہر کے کنارے لے چلو' ان کے گاؤں سے نہر گزرتی تھی جو ان کے گاؤں کی سب سے بڑی خوبصورتی تھی۔ ایک طرف نہر تھی اور ایک طرف درختوں کی قطاریں اور درمیان سے سڑک گزرتی تھی گرمیوں کا موسم ہوتا تو وہ سڑک بہت ٹھنڈی لگتی تھی گھنے درختوں کی چھاؤں سے ڈھکی ہوئی اسی نہر میں کئی لوگ ڈوب کے مر بھی چکے تھے کوئی محبت میں ہارا ہوا اور کوئی حالات کا مارا ہوا۔

☼ ☼ ☼

خاور بالآخر ابا جی کی خاطر زبیدہ پھوپھی کے گھر آ ہی گیا تھا اور پچھلے دس منٹ سے چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں بیٹھا کسی میزبان کا انتظار کر رہا تھا زبیدہ پھوپھو کی چھوٹی بیٹی اقرا اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر بھول گئی تھی کہ وہ ان کے گھر مہمان آیا ہے۔

"ارے خاور بھائی آئے ہیں؟ کیسے ہیں آپ؟" نورین سے چھوٹی رامین شاید ابھی ابھی کالج سے لوٹی تھی گزرتے گزرتے اسے دیکھ کر ٹھہر گئی۔

"ٹھیک ہوں۔"

"امی کہاں ہیں؟" وہ الٹا خاور سے پوچھ رہی تھی۔

"ابھی تو انتظار کر رہا ہوں' پھر پوچھوں گا کہ وہ کہاں ہیں؟"

"اچھا! میں دیکھتی ہوں یا پھر نورین باجی کو بھیجتی ہوں۔" وہ کہہ کے باہر نکل گئی۔ خاور خون کے گھونٹ پی رہا تھا' وہ جانتا تھا کہ نورین گھر پہ ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے کمرے سے ڈرائنگ روم تک نہیں آئی۔ اسی انتظار میں مزید دس منٹ گزر گئے' وہ بار بار گھڑی کی سمت دیکھ رہا تھا اور اپنی ہتک کے احساس سے بار بار ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ اس وقت اگر ابا جی سامنے ہوتے تو وہ ایسا فساد اٹھاتا کہ ابا جی زندگی میں کبھی بھی نورین کا نام لینے کی غلطی نہ کرتے۔

"خاور؟" زبیدہ پھوپھو کی ہانپتی ہوئی آواز سنائی دی تھی وہ بازار گئی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں شاپنگ بیگ تھے سودا سلف لے کر آئی تھیں۔

"السلام علیکم۔" وہ انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"وعلیکم السلام' تم کب آئے؟" وہ سارے بیگ صوفے پہ ڈال کے اپنی سانس ہموار کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھیں۔

"آدھا گھنٹہ تو ہو گیا ہے۔" اس نے گھڑی پہ نظر ڈال کے کہا۔

"آدھا گھنٹہ؟" وہ چونک گئیں کیونکہ ڈرائنگ روم خالی پڑا تھا یہاں تک کہ ٹیبل بھی خالی تھی نہ چائے کا کوئی کپ رکھا تھا نہ پانی کا گلاس۔

"جی۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"نورین' رامین اور اقرا وغیرہ کہاں ہیں؟" انہوں نے آگے پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ پوچھ رہی ہیں کہ امی کہاں ہیں؟ اور امی جی پوچھ رہی ہیں کہ بیٹیاں کہاں ہیں؟ گویا اس گھر میں کسی کو بھی کسی دوسرے کا نہیں پتا؟" خاور نے پر سوچ انداز میں کہا۔

"تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں ان کو۔" وہ کہہ کے باہر نکل گئیں۔ خاور دوبارہ بیٹھ گیا ایک دو بار پھوپھو کی اندر سے اونچی آواز بھی سنائی دی پھر خاموشی چھا گئی۔

"بیٹا کیا لو گے تم؟" وہ واپس ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔

"کچھ نہیں۔ میں کافی لیٹ ہو چکا ہوں' آپ سے ملنے کے لیے آیا تھا' سوچا ملے بغیر چلا گیا تو پھر چکر لگانا پڑے گا۔ اس لیے بہتر ہے کہ مل کر ہی چلا جاؤں۔" اس نے اٹھنے کے لیے پر تولتے ہوئے کہا۔

"ارے ایسے کیسے چلے جاؤ گے' آج کا کھانا تو تمہیں ہمارے ساتھ ہی کھانا پڑے گا۔" زبیدہ پھوپھو نے بڑی محبت سے کہا تھا۔

"ان شاء اللہ آپ کے ساتھ کھانا ضرور کھاؤں گا لیکن پھر کبھی' آج وقت نہیں ہے مجھے کسی کام سے کہیں اور بھی جانا ہے۔" اس نے انکار کر دیا۔ "السلام علیکم!" ڈرائنگ روم کے داخلی دروازے سے کافی اکھڑا سا سلام سنائی دیا تھا۔

"وعلیکم السلام نورین! آؤ بیٹھو' دیکھو کون آیا ہے؟" زبیدہ پھوپھو نے اس کے سلام کا جواب خود ہی دیا تھا۔

"میری نزدیک کی نظر کمزور نہیں ہے امی' میں دیکھ رہی ہوں کہ کون آیا ہے؟" نورین نے ماں کی بولتی ہی بند کر ڈالی تھی اور آگے بڑھ کے صوفے پہ بیٹھ گئی۔ خاور نے اسے نگاہ بھر کے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟" اس کا وہی اکھڑ اور لٹھ مار قسم کا انداز تھا حالانکہ خاور حد سے زیادہ اکھڑ مزاج تھا۔

"ٹھیک ہوں' آپ سنائیں' پھوپھو نے خوامخواہ آپ کو جا کر ڈسٹرب کر دیا۔" خاور نے سچ کہا تھا زبیدہ پھوپھو ٹھٹک گئیں جبکہ نورین پہلو بدلتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔

"ارے نہیں بیٹا! اس میں ڈسٹرب کرنے کی کیا بات ہے؟ وہ ویسے بھی تمہاری طرف ہی آ رہی تھی۔" پھوپھو نے معاملہ سنبھالنے کی کوشش کی۔ "لیکن اب میں کسی اور طرف جا رہا ہوں' آپ سے پھر ملاقات ہو گی' اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔" وہ الوداعی کلمات ادا کر کے اللہ حافظ کہہ کر چلا گیا تھا اور نورین کا رخ ماں کی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرف ہو گیا۔

"دیکھا آپ نے؟ اس طرح اکڑ دکھاتا ہے وہ؟"

"دیکھ چکی ہوں، اچھی طرح دیکھ چکی ہوں، آدھے گھنٹے سے آیا بیٹھا تھا لیکن تم لوگوں کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ اس سے چائے پانی کا ہی پوچھ لو، وہ اقرا بی بی تو اسے بٹھا کر چلی گئیں، تمہیں بھی خیال نہیں آیا؟ منگیتر ہے تمہارا اور سب سے بڑی بات کہ میرے بھائی کا بیٹا ہے میرا بھتیجا ہے، میں خود گاؤں چلی جاؤں تو دونوں بھائی خدمت کرتے نہیں تھکتے اور تم لوگ۔۔۔؟" امی کا غصہ عروج اور وہ چاروں اب صرف سن رہی تھیں۔

"تو بول کلمو ہی! تو کہاں چلی گئی تھی؟" اب امی کے عتاب کا نشانہ اقرا تھی۔

"وہ میری سہیلی کا فون آ گیا تھا۔ وہی سننے کے لیے چھت پہ چلی گئی تھی اور خاور بھائی کا یاد نہیں رہا۔" اس نے منمنا کے جواب دیا۔

"اور تو؟" انہوں نے رامین کو دیکھا۔

"میں کھانا کھانے بیٹھ گئی تھی۔" اس کی آواز بھی دھیمی تھی۔

"اب یہ تفتیش کس لیے ہو رہی ہے؟ وہ آیا اور آ کر چلا گیا، بس بات ختم۔" نورین نے کندھے اچکائے۔

"نورین! باز آجا، کیوں اپنے نصیب کے پیچھے پڑی ہے، کیا کمی ہے خاور میں؟" امی نے جھنجلا کر کہا۔

"کوئی کمی نہیں ہے۔ بس اسے یہ بتاتی ہوں کہ میں تمہارے رعب میں آنے والی نہیں ہوں وہ اگر عام دیہاتی مردوں کی طرح یہ سوچے کہ میں اس سے ڈر کے اور دب کے رہوں گی تو یہ اس کی بھول ہے، میں شہری پڑھی لکھی ڈگری ہولڈر لڑکی ہوں، عقل مند اور باشعور ہوں بلکہ اسے چاہیے کہ مجھ سے دب کے رہے۔" اس نے تو حد کر ڈالی تھی اور امی اس کے خیالات پہ اسے دیکھ کے رہ گئیں۔ اپنے اسی مزاج کی وجہ سے تو وہ پانچ جگہوں سے جاب کے دوران نکالی گئی تھی، کمپنی والے اسے نکال باہر کرتے تھے اور وہ ہر بار ایم اے انگلش ہونے کا فخر سینے پہ سجا کر گھر آجاتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"یہ خواتین کے ڈائجسٹ پڑھنا کب شروع کر دیے تم نے؟" داور وہ تین ڈائجسٹ لے کر بک اسٹال سے باہر نکلا تو اس کا دوست ٹکرا گیا۔

"یہ میرے لیے نہیں کسی اور کے لیے ہیں۔" داور نے آہستگی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کسی اور کے لیے؟ کیا مطلب؟"

"یار گاؤں لے کر جانے ہیں، کسی نے منگوائے تھے۔"

"اوہو۔۔" اس کا دوست معنی خیز ہنسا۔

"تم سناؤ تم کہاں؟"

"یار! میں بھی کسی کے لیے پوٹری بکس لینے آیا ہوں، گفٹ کرنی ہیں۔" اس کا دوست سر کھجاتے ہوئے بولا۔

"یعنی سب کو اپنی اپنی پڑی ہے؟" دو ہنس دیا تھا۔

"ہاں یار! فرمائشیں پوری کرنے کے علاوہ بھی تو کوئی چارہ نہیں، ہم دل کے ماروں کے پاس؟" اس کا دوست دہائی دے رہا تھا۔

"بس صبر کرو، اللہ صبر کا پھل میٹھا دیتا ہے۔" داور نے کندھا تھپکا اور بک شاپ سے جیولری شاپ میں آ گیا، اس بار گوری نے کوئی چیز نہیں منگوائی تھی، اس لیے اسے خالی ہاتھ گاؤں جاتے ہوئے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس نے سوچا، خود ہی اس کے لیے کچھ خرید لے۔

اس کے لیے تھوڑی بہت چیزیں خرید کر وہ واپس ہاسٹل پہنچا تو خاور اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے بھی گاؤں جانا تھا، داور کو پک کرنے کے لیے آیا ہوا تھا۔ داور جلدی جلدی اپنے کمرے سے بیگ وغیرہ لے کر گاڑی میں آن بیٹھا۔

"کہاں گئے ہوئے تھے، اتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں؟" خاور نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"بازار تک گیا تھا، کچھ چیزیں لینی تھیں۔"

"گوری کے لیے؟" خاور نے بے ساختہ پوچھا، داور جھینپ گیا تھا، خفت سے چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"ارے اچھی بات ہے یار! ایسا کرو اس کے لیے، وہ اتنی محبت کرتی ہے تم سے، تم اس کی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کا خیال نہیں رکھو گے تو اور کون رکھے گا؟" خاور اسے سمجھا رہا تھا۔

"آپ زبیدہ پھوپھو کے گھر گئے تھے؟"

"ہاں گیا تھا۔" خاور نے سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے لب بھینچ لیے تھے۔

"نورین بھابھی سے ملاقات ہوئی؟"

"ملاقات؟" خاور تمسخرانہ قہقہہ لگا کے ہنسا تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟" داور کو اس کا ہنسنا عجیب لگا تھا۔

"پہلے کیا ہوتا تھا؟" الٹا وہ داور سے سوال کر رہا تھا۔

"انہوں نے پھر کچھ کہا ہے؟"

"چھوڑو اس بات کو، کوئی اور بات کرو۔" خاور نے سر جھٹک کر کہا۔

"کیوں کیا ہوا ہے؟" داور کو پریشانی ہوئی تھی۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"کچھ بتائیں تو؟" وہ اس کو اکسا رہا تھا اور اس کے اصرار سے مجبور ہو کے خاور نے ساری بات بتا دی اور داور کچھ دیر کے لیے چپ ہو گیا تھا۔

"وہ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ کیا پرابلم ہے انہیں؟" داور کو بھی نورین کے مزاج کا تھوڑا بہت اندازہ تھا، لیکن زیادہ واقف خاور ہی تھا، جس کو ابا جی کی وجہ سے ان کے گھر زیادہ آنا جانا پڑتا تھا، ورنہ اس کے بس میں ہوتا تو وہ سالوں ان کے گھر کا رخ نہ کرتا۔

"یہ تو وہ ہی بتا سکتی ہے۔" خاور نے کندھے اچکائے۔

"منگنی کے وقت تو وہ ایسی نہیں تھیں؟"

"وہ کیسی تھی اور کیسی ہے، یہ میں نہیں جانتا، میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ اپنے حق میں برا اور میرے حق میں اچھا کر رہی ہے، میرے راستے کی رکاوٹیں وہ اپنے ہاتھوں سے دور کر رہی ہے، جس بات کو میں نے پس پشت ڈال دیا تھا وہی بات اس نے اپنے رویے سے میرے سر پہ سوار کر دی ہے، میں پھر پرانے راستوں کی طرف لوٹ رہا ہوں۔" خاور ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ کن راستوں پہ لوٹ رہے ہیں آپ؟" داور ٹھٹک گیا۔

"جو راستے ماموں کے گھر کی طرف جاتے ہیں۔" خاور مسکرایا۔

"ماموں کے گھر کی طرف؟" داور دوہرا کے بولا اور آنکھوں کے سامنے زونیرا کی شبیہہ لہرائی تھی۔ زونیرا ان کے ماموں وحید صادق کی بڑی بیٹی تھی، خاور سے دو سال چھوٹی تھی، دونوں میں بہت زیادہ ذہنی ہم آہنگی تھی، لیکن خاور کے ابا جی کی خواہش تھی کہ وہ اپنے بڑے بیٹے کی شادی اپنی بہن کی بیٹی سے کریں۔ سو انہوں نے خاور کی مخالفت کے باوجود رشتہ طے کر دیا تھا۔ پہلے پہل خاور بدگمان اور خفا خفا سا رہا، پھر اس نے اپنے آپ کو نورین کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، لیکن نورین کے مزاج تو آسمان پہ پہنچے ہوئے تھے، وہ خاور کو پینڈو کہہ کے عزت و احترام کے دائرے سے ہی نکال دیتی تھی، وہ اپنے رشتے سے خوش نہیں تھی، وہ شہر میں کسی امیر کبیر فیملی میں شادی کرنا چاہتی تھی، لیکن بدقسمتی سے اب تک کوئی امیر اسے نہیں ملا تھا، البتہ ایک پینڈو، ایک دیہاتی گلے پڑ گیا تھا۔ اور زیادہ کوفت کی بات یہ تھی کہ وہ خاور سے ایک سال بڑی تھی، اور یہ ہی ساری باتیں مل کر اس کی بے زاری اور اکتاہٹ کا باعث بن چکی تھیں، اور خاور جو بڑوں کی خاطر اپنے دل کو مارنے کی کوششیں کر رہا تھا، نورین کے رویے سے دل برداشتہ ہو کر واپسی کی راہ پہ چل نکلا تھا۔ داور کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟" اس کی حیرت اس کی آواز سے نمایاں تھی۔

"تم سمجھ چکے ہو یار! میں کیا کہہ رہا ہوں۔" وہ اسپیڈ سلو کرتے ہوئے موڑ کاٹتے ہوئے بولا۔

"ابا جی کا پتا ہے نا آپ کو؟" اس نے اسے یاد

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کروایا۔

"مجھے ابا جی کا پتا ہے' لیکن ابا جی کو اپنی بھانجی کا نہیں پتا کہ وہ کیسی ہے؟ لیکن ان شاء اللہ ایک روز انہیں بھی پتا چل ہی جائے گا۔" خاور کو نورین پہ یقین تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن اپنا اصل روپ ضرور دکھائے گی۔

"ابا جی گھر میں ہنگامہ کھڑا کردیں گے۔"

"تم دیکھو تو سہی کہ ہنگامہ کون کھڑا کرتا ہے؟" خاور نے اسے تسلی دی اور گاڑی کو گھر کی سڑک پہ ڈال دیا۔ داور پریشان ہوچکا تھا کہ کیا ہوگا؟

☼ ☼ ☼

داور کے آتے ہی گوری تیار ہو کر باہر نکلی تھی۔

"کہاں جارہی ہو؟" اماں نے آواز دی۔

"خالہ زہرا کی طرف۔" وہ اپنی چوٹی پیچھے اچھالتے ہوئے بولی اور دوپٹہ اوڑھ کر باہر نکل آئی۔ ساتھ والا گھر خالہ زہرا کا تھا۔ اسے کون سا دور جانا پڑتا تھا۔

"السلام علیکم۔" وہ گھر میں داخل ہوئی تو وہ سب ہی صحن میں بیٹھے نظر آئے تھے۔

"کیسی ہو گوری؟" خاور نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"ٹھیک ہوں لالہ۔ آپ کیسے ہیں؟" اس نے کن انکھیوں سے داور کو دیکھتے ہوئے خاور سے پوچھا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے' بیٹھو نا' کھڑی کیوں ہو؟" خاور نے بے تکلفی سے کہا اور وہ خالہ زہرا کے پاس چارپائی کے کنارے پہ ٹک گئی۔

"کب آئے ہیں آپ؟" اس کا ہمیشہ سے ایک ہی سوال ہوتا تھا۔

"دو' تین گھنٹے تو ہو ہی گئے ہیں۔" خاور نے بے نیازی سے کہا اور گوری نے چونک کر داور کی طرف دیکھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا' لیکن دو' تین گھنٹے کی مبالغہ آرائی پہ اس نے بھی چونک کر سر اٹھایا تھا' جس پہ خاور دلچسپی اور شرارت سے یک دم قہقہہ لگا کے ہنسا اور وہ دونوں اس کی شرارت سمجھ گئے تھے۔

"پگلی ایک منٹ بھی صبر نہیں کرتی۔" اس نے گوری کے سر پہ چپت لگائی' وہ بھی مسکرا رہی تھی۔

"کیوں ستاتے ہو میری بچی کو؟ ہمارے دونوں گھروں کی یہ ہی تو ایک رونق ہے۔" خالہ زہرا نے محبت سے کہتے ہوئے بازو پھیلا کر گوری کو اپنے ساتھ لپٹایا تھا۔

"حالانکہ آپ کی اس رونق نے پورے محلے کو ستا رکھا ہے' بچہ بچہ ڈرتا ہے۔" داور نے مداخلت کی اور گوری نے تیوری پہ بل ڈال کے اسے دیکھا' لیکن سب کے سامنے اپنی زبان بند رکھی تھی۔

"اچھی بات ہے نا' آس پاس کے علاقے میں بندے کا اپنا کوئی "ٹھکا" بھی تو ہونا چاہیے؟" خاور نے اسے سراہا۔

"بڑا "ٹھکا" ہے۔" داور نے چھیڑتے ہوئے مذاق اڑایا۔

"ہاں تو ہے نا' تم نہیں ہے؟" خاور نے اچانک توپ کا رخ اس کی طرف موڑ دیا اور گوری اپنی ہنسی چھپا گئی۔

"آپ پہ بھی تو نورین بھابھی کا بڑا ٹھکا ہے؟" داور نے چھیڑا۔

"اب تم نورین صاحبہ پہ میرا ٹھکا دیکھنا۔" خاور چیلنج کرنے والے انداز میں کہتا اٹھ کر اندر چلا گیا تھا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" خالہ زہرا نے خاور کو جاتے ہوئے دیکھا۔

"ہوا نہیں ہے اماں' ہونے والا ہے۔" داور نے باخبر کیا۔

"کیا ہونے والا ہے؟"

"یہ آپ کو بھائی اور ابا جی بتادیں گے فی الحال آپ ٹھنڈا شربت پلوادیں' بہت پیاس لگی ہے۔" وہ گوری کو دیکھ کے بولا۔

"تجھے پہلے ہی کہا تھا کہ پانی پینا ہے تو بتا۔" اماں نے بیٹے کو خفگی سے دیکھا۔

"پہلے طلب نہیں تھی' اب ہے۔" اس نے وجہ بتائی۔

"اچھا ابھی بنا کے لاتی ہوں۔" اماں اٹھنے لگیں۔

"نہیں خالہ! آپ رہنے دیں میں بنا کے لاتی ہوں۔" گوری انہیں منع کرکے خود اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے پتا تھا کہ وہ اسے دیکھ کر ہی شربت کی فرمائش کررہا تھا۔

"میٹھا کم اور برف زیادہ ڈالنا۔" داور نے باورچی خانے کے دروازے میں آکر تاکید کی۔

"اور کچھ؟" گوری نے پلٹ کر گھورتے ہوئے کہا۔

"بہت کچھ ہے یار' مگر بیان نہیں کرسکتا۔"

"ایسا کیا ہے جو تم بیان نہیں کرسکتے؟" وہ شربت بنانے کے لیے پیڑھی پہ بیٹھ گئی۔

"بے قراری' بے تابی' بے چینی اور شدتیں' یہ سب کیسے بیان کروں یار؟" وہ دروازے کی چوکھٹ پہ بازو ٹکا کے کھڑا ہوگیا۔

"تو مشکل کیا ہے؟" وہ چینی مکس کرتے ہوئے بولی۔

"تمہارے اور اپنے درمیان کی دوری۔"

"تو یہ دوری کب ختم ہوگی؟"

"جب میں اپنے پیروں پہ کھڑا ہوجاؤں گا' جب مجھے اچھی سی نوکری مل جائے گی۔"

"مطلب یہ ہوا کہ دوری ابھی بڑی لمبی ہے۔" وہ اسے چھیڑنے والے انداز میں ہنسی۔

"بس یار! چند مہینے اور۔"

"پھر کیا کروگے؟"

"پھر جو کروں گا تمہیں بھی پتا چل جائے گا۔" معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا وہ آج بہت پیاری لگ رہی تھی اور ہمیشہ نظر کے معاملے میں پرہیز کرنے والا داور بھی اسے نگاہ بھر کے دیکھنے پہ مجبور ہو رہا تھا' کالے رنگ کے پھول دار سوٹ میں نکھری نکھری سجی سنوری الہڑ مٹیار سی سیدھی دل پہ وار کررہی تھی' وہ نظر بچا نہیں پا رہا تھا۔

"داور صاحب! شربت تیار ہے۔" وہ شربت کا اس سامنے کرتے ہوئے اس کی نظروں کی محویت پہ چکی تھی۔

وہ شربت کا گلاس پی کر باقی کا جگ خاور کو دے آیا تھا اور خود نہانے چلا گیا۔ آج گوری کا رنگ و روپ اسے حقیقتاً "بے تاب" کرگیا تھا' بڑی مشکل سے دل کو بہلا پھسلا کے ٹھنڈا کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

بلے بلے نی ٹور پنجابن دی
بلے بلے نے ٹور پنجابن دی

جوتی کھل دی موڑ نئی جھل دی
ٹور پنجابن دی

"سنو بالی۔" داور نے بالی کو آواز دے کر قریب بلایا۔

"جی داور لالہ؟"

"گوری کہاں ہے؟" اس نے اپنی چھت پہ کھڑے کھڑے پورا صحن دیکھ ڈالا تھا' لیکن گوری کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔

"چھنو کے گھر' آج شمو کے بیاہ کے لیے ڈھولکی رکھی ہے' انہوں نے' ساری وہیں ہیں۔" بالی نے سارے محلے کا اشارہ دیا۔

"جاؤ اسے بلا کر لاؤ۔"

"وہ نہیں آئے گی۔" بالی نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں؟" داور کو اچنبھا ہوا۔

"یہ دن تو اسے منتوں' مرادوں سے ملا ہے' وہ کیسے چھوڑ کے آسکتی ہے؟" بالی بھی اسی کا بھائی تھا' داور کو اس کی بات پہ ہنسی آگئی تھی۔

"تو جا کر میرا پیغام تو دے۔"

"آج کوئی پیغام نہیں داور لالہ۔" بالی نے مایوسی سے سر ہلایا۔

"تم اسے جا کر کہو کہ داور لالہ شہر جارہا ہے' پھر دیکھنا وہ ضرور آئے گی۔" اس نے آئیڈیا دیا۔

"داور لالہ تو شہر تو کیا دوسری دنیا بھی چلا جائے تو وہ نہیں آنے والی' اگر یقین نہیں آتا تو خود چھنو کے گھر جھانک کے دیکھ لے۔"

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں یار! مناسب نہیں لگتا تم جاؤ' وہ بعد میں آجائے گی۔" اس نے بالی کو بھیج دیا' اسے بھی گلی میں جاکر کھیلنے کی جلدی تھی' فوراً" اپنی چھت کی سیڑھیاں اتر کر چلا گیا تھا اور داور اپنے گھر کی چھت پہ ٹہلنے لگا' ڈھولک پہ پڑنے والی تھاپ کی آواز اور سب لڑکیوں کے مل کر گانے کی پرجوش اور شرارتی آوازیں یہاں تک باآسانی سنائی دے رہی تھیں۔ ان کی آواز میں بھی خاصا سر تھا۔

بلے بلے نی ماں دیے موم بتے
بلے بلے نی ماں دیے موم بتے

سارے پنڈ وچ چانن تیرا
ماں دیے موم بتے

داور سے آخر رہا نہ گیا اور اپنی چھت سے گوری کی چھت پہ آگیا' گوری اور چھنو کے گھر آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ وہ گوری کے گھر کی چھت کے کونے پہ آرکا اور چھنو کے صحن میں جھانک کر گوری کو دیکھنے کی کوشش کی جو بغیر کوشش کے ہی نظر آگئی تھی۔ ساری لڑکیاں اور عورتیں صحن میں بڑی سی دریاں بچھائے درمیان میں ڈھولک رکھے بیٹھی تھیں' چھنو اور تاجی وغیرہ گا رہی تھیں' جبکہ اپنی ماں کی "معصوم بچی" گوری صاحبہ ڈھولک کی تھاپ اور گانے کی آواز پہ بھنگڑا ڈال رہی تھیں' ان کے اس ڈانس سے تو یوں لگ رہا تھا جیسے اس نے اچھی خاصی پریکٹس کی ہوئی تھی' جھوم جھوم کے ناچ رہی تھی اور داور کے لبوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

بلے بلے نی کوٹھے تے لاوا لی چھتری
بلے بلے نی کوٹھے تے لاوا لی چھتری

منڈا ویکھ کے کبوتر ورگا
کوٹھے تے لاوالی چھتری

اس بول پہ مسکراتے ہوئے بھنگڑا ڈالتے ہوئے گوری کی نظر چھت کی سمت اٹھی اور داور کو دیکھتے پاکر ایک دم سے شرم سے لال ہوگئی' وہ بغیر دوپٹے کے ناچ رہی تھی اور وہ نہ جانے کب سے اسے دیکھ رہا تھا گوری پلک جھپکتے ہی چھنو کے برآمدے میں کھسک گئی اور داور مسکراتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اسے پتا تھا اب تو گوری ہرگز بھی نہیں آئے گی' بلکہ اپنی خفت مٹا رہی ہوگی' بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ الٹا داور پہ ہی غصہ کرنا شروع کردے اور اگلی صبح ایسا ہی ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ نماز اور قرآن پاک پڑھنے کے بعد صحن میں جھاڑو لگانے لگی' بالی اور کامی کو ابھی ابھی مسجد بھیجا تھا' اتنے میں پچھواڑے سے ابا دودھ کی بالٹی لے آیا۔ جھاڑو لگا کر وہ دودھ بلونے کے لیے بیٹھ گئی جو اس کی ڈیوٹی تھی۔

"السلام علیکم چاچا۔" وہ دودھ بلونے میں اتنی مگن تھی کہ داور کی آمد کا پتا ہی نہ چلا' جب اس نے ابا کو سلام کیا تب وہ چونکی تھی۔

"وعلیکم السلام پتر' آ بیٹھ۔" ابا اسے دیکھ کر اٹھ کے بیٹھ گیا تھا۔ داور ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"گوری کے ابا! روٹی بن گئی ہے تیری' رسوئی میں ہی آجا۔" اماں نے باورچی خانے سے آواز دی۔

"پتر تو بھی ناشتا ادھر ہی کرلے۔" انہوں نے داور سے کہا۔

"مہربانی چاچا! مجھے اماں نے بھیجا ہے لسی اور مکھن کے لیے۔"

"اچھا! چل گوری جلدی کر مکھن اور لسی ڈال دے۔" ابا چارپائی سے اٹھتے ہوئے بولے اور باورچی خانے میں چلے گئے' اب داور کی نظروں کا مرکز وہ ہی تھی' وہ مدھانی سے مکھن نکال نکال کر ایک پیالے میں رکھتی جارہی تھی اور داور مکھن میں لتھڑی اس کی مخروطی انگلیاں دیکھتا رہ گیا' اس کی انگلیوں کا ذائقہ تو مکھن میں رچا ہوا تھا' اس نے پیالہ مکھن سے بھر کے اور جگ میں لسی ڈال کر اس کے سامنے رکھ دیا' وہ ہر بار ہر روپ میں انوکھی اور دلکش نظر آتی تھی' داور اسے فرصت سے اور گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"رات کو کافی اچھی لگ رہی تھیں تم۔" اس نے اس کے ہاتھوں سے جگ تھامتے ہوئے کہا۔

"جانتی ہوں۔" وہ چڑ کر کہتے ہوئے پلٹ گئی۔

"کیا آج پھر ڈھولک رکھنی ہے تم لوگوں نے؟" داور کے لہجے میں شرارت تھی۔

"تمہارا سر پھاڑ دوں گی آج۔" وہ کاٹ کھانے کو دوڑی تھی۔

"اس میں اتنا غصہ کرنے والی کیا بات ہے؟ جہاں اتنی زیادہ عورتیں تمہیں دیکھ رہی تھیں' ایک لڑکے نے دیکھ لیا تو کون سی قیامت آگئی؟"

"تم آج دیکھنا پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ کیا قیامت آتی ہے؟" گوری نے دھمکی دی۔

"ٹھیک ہے ضرور دیکھوں گا۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

☼ ☼ ☼

خاور کو پچھلے دو روز سے بخار تھا اور جس فلیٹ میں وہ رہتا تھا وہ خاصا الگ تھلگ سا فلیٹ تھا' اس کے ساتھ دو اور لڑکے بھی رہتے تھے' لیکن وہ دونوں لڑکے بھی کسی گاؤں کے رہنے والے تھے تین' چار روز سے اپنے اپنے گاؤں گئے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ دو دن سے اکیلا ہی بخار سے نبرد آزما تھا' آج بڑی ہمت کرکے فلیٹ سے نکل آیا' اس کا ارادہ ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے کا تھا' اس نے پچھلے دو دن سے کوئی دوائی بھی تو نہیں لی تھی اور یہ بخار میڈیسن اور انجکشن وغیرہ کے بغیر جانے والا بھی نہیں تھا۔ لہٰذا ڈاکٹر کے کلینک چلا گیا۔ لیکن اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ ڈاکٹر نے اس کی توانائی کے لیے اسے ڈرپ لگادی' بخار کچھ کم تھا' لیکن نقاہت زیادہ ہورہی تھی' ڈرپ اور انجکشن لگنے کے تین گھنٹے کے بعد ڈاکٹر نے اسے جانے کی اجازت دی' لیکن اسے ڈرائیونگ سے سخت منع کیا تھا' کیونکہ جو انجکشن اسے لگے تھے' ان کے بعد غنودگی طاری ہونے کا امکان تھا' سو جب وہ کلینک سے باہر نکلا تو دائیں بائیں دیکھنے لگا کہ کیا کرے اور ساتھ ہی ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ زبیدہ پھوپھو کا گھر قریب ہی ہے' کچھ دیر کے لیے ان کے گھر چلا جاتا ہوں' لیکن پھر خود ہی اپنے خیال کو رد کردیا' مگر جب وہ چلتے ہوئے گاڑی کی طرف آیا تو دماغ چکرا گیا تھا' ذہن بوجھل اور سویا سویا سا لگنے لگا' وہ واقعی ڈرائیونگ کے قابل نہیں تھا۔ لہٰذا ہر بات کو ذہن سے جھٹک کر وہ زبیدہ پھوپھو کے گھر کی طرف چل دیا۔

اسے اس وقت بھوک کے ساتھ ساتھ چائے کی طلب بھی ہورہی تھی' کل سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا' اسی طرح منہ سر لپیٹے پڑا رہا' لیکن آج معدے کو خالی پن ستا رہا تھا اور یقیناً" فلیٹ میں ایسا کچھ نہیں تھا جس سے وہ پیٹ پوجا کرتا اور نہ ہی وہ خود کچھ پکانے کے قابل تھا۔ اس لیے برے وقت میں گزشتہ باتیں ذہن سے بھلانی پڑیں۔ ان کے گھر پہنچا تو پہلا ٹکراؤ نورین سے ہی ہوا تھا۔

"السلام علیکم۔" خاور کی از سی بھاری اور بوجھل ہو رہی تھی' رکرتی ٹ

"وعلیکم السلام۔" اس :ا پ انزلی لب و لہجے میں جواب دیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" وہ صوفے پہ بیٹھ گیا' اس میں کھڑا ہونے کی سکت نہیں تھی۔

"ٹھیک ہوں۔" اس نے اتنی زحمت بھی نہ کی کہ جواباً" یہ ہی پوچھ لے کہ آپ کیسے ہیں؟

"پھوپھو کہاں ہیں؟" اس نے آگے پیچھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اباجی کی پنشن لینے گئی ہیں۔" نپے تلے سے جواب تھے۔

"اور باقی سب؟" خاور اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولا۔

"اقرا اور ثمرہ کالج گئی ہیں' رامین اندر سو رہی ہے' رہی میں تو" میں آپ کے سامنے ہوں۔" اس نے باری باری سب کا بتایا اور آخر میں شانے اچکائے۔ وہ کلف تک سک سے تیار شاید کہیں جانے کے لیے کھڑی تھی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟" وہ آخر کہہ ہی بیٹھا' البتہ کھانے کی طلب کو دبا گیا تھا۔

"آئی ایم سوری خاور صاحب! میں ابھی ابھی اتنی محنت سے تیار ہو کر آئی ہوں' میری دوست مجھے پک کرنے کے لیے آ رہی ہے' اور اتنی گرمی میں کچن میں جا کر میں اپنا حلیہ خراب نہیں کر سکتی' آپ کو اگر اتنی طلب ہو رہی ہے تو خود جا کر بنا لیں' آپ کون سا پہلی بار یہاں آئے ہیں؟" نورین نے صاف ہری جھنڈی دکھا دی تھی۔ خاور نے چونک کر دیکھا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' اس لیے چائے کی طلب ہو رہی ہے' ورنہ مجھے آپ کے ہاتھ کی چائے پینے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ اپنا غصہ دبا نہیں سکا تھا۔

"طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو ڈاکٹر کے پاس جائیں' یہاں کیا کر رہے ہیں؟ اور رہی بات شوق کی تو مجھ سے یہ امید نہ رکھیں کہ میں آپ کی فرمائش پوری کروں گی' یہ فرمائش آپ اپنے گاؤں کی کسی مٹیار سے کیجیے' جو نخرے بھی اٹھائے اور آپ کے یہ ناز نخرے بھی۔" اس نے پل میں خاور کو آگ لگا کے رکھ دی تھی۔ وہ جھٹکے سے صوفے سے کھڑا ہو گیا۔

"آپ جانتی ہیں آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"ہاں۔ اچھی طرح جانتی ہوں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں' آپ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ میں آپ کی دیہاتی عورتوں کی طرح شوہر کے پاؤں دھو دھو کر پیوں گی' دن رات خدمت میں جتی رہوں گی' آپ گرمی میں دن کے بارہ بجے بھی چائے مانگیں گے تو کچن میں گھس جاؤں گی' مجھ سے ایسی کوئی توقع مت رکھیے گا' مجھ سے شادی کرنی ہے تو صرف شوہر بن کے رہنا ہے' حکمران نہیں۔" اس نے آج اگلی پچھلی کسر پوری کر ڈالی تھی اور خاور لب بھینچ گیا۔

"محترمہ نورین نازلی صاحبہ! بہت جلد آپ کو بتاؤں گا کہ میرے ناز نخرے کون اٹھاتی ہے؟ اور کس کے ہاتھ میرے لیے چائے بنانے کے لیے بے تاب ہیں' انتظار کیجیے گا۔" وہ سرد لہجے میں کہتا وہاں سے نکل گیا تھا اور نورین اونہہ کر کے رخ موڑ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

داور کو اس کی طبیعت خرابی کا پتا چلا تو فوراً شہر آیا اور اسے اسی وقت اپنے ساتھ گاؤں لے گیا' جانے سے پہلے ڈاکٹر سے اچھی طرح چیک اپ بھی کروایا تھا' ڈاکٹر نے کافی تسلی دی تھی' اسی لیے وہ دونوں اطمینان سے گاؤں آ گئے' لیکن اماں تو خاور کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھی تھیں۔

"ہائے میرا بچہ اتنے دن بیمار رہا اور ہمیں بتایا ہی نہیں۔" ماں نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے سینے سے لگا لیا تھا۔

"آپ کو خوامخواہ پریشان کرتا۔ معمولی سا بخار ہے' اتر جائے گا۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ارے پتر' یہ بخار ہی تو سو بیماریوں کی جڑ ہے' یہیں سے تو بندے کی طبیعت بگڑتی ہے۔" اماں توبہ توبہ کر رہی تھیں۔

"ارے خاور آ گیا پتر؟ حال ہے اب؟" ابا جی ڈیوڑھی سے اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔

"بہتر ہوں جی!"

"بخار کب سے ہو رہا ہے؟"

"چھ دن ہو گئے ہیں۔"

"تو زبیدہ کے گھر چلے جاتے' وہ تیرا خیال رکھتی۔"

"کیا تھا ان کے گھر۔" خاور نے آہستگی سے مگر سخت انداز میں کہا۔

"اچھا کیا کہتی ہے وہ؟" خاور کا زبیدہ کے گھر جانے کا سن کر وہ بہت خوش ہوئے تھے۔

"وہ تو کچھ نہیں کہتیں' البتہ ان کی چہیتی بیٹی اور آپ کی چہیتی بھانجی بہت کچھ کہتی ہے۔" اس کا لہجہ سخت اور دو ٹوک ہو رہا تھا' ابا جی کے ساتھ ساتھ اماں اور داور بھی ٹھٹک گئے۔

"کیا بات ہے' کیا ہوا ہے؟"

"جو بھی ہوا ہے اچھا نہیں ہوا ابا جی۔" خاور کا انداز بہت کچھ کہہ رہا تھا۔

"آخر بات کیا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ میں نورین سے شادی نہیں کروں گا۔" اس نے دھماکہ ہی ڈالا تھا اور ابا جی تڑپ کے چارپائی سے کھڑے ہو گئے۔

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟" ان کا دماغ گھوم گیا تھا۔

"یہ بکواس نہیں' یہ میرا فیصلہ ہے اور اب دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے مجھے اپنے فیصلے سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ نورین جہاں ہے وہیں اچھی لگے گی۔" خاور بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"میں تجھے عاق کر دوں گا۔" ابا جی دھاڑ اٹھے۔

"شوق سے کیجیے ابا جی! ایسی بیوی کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے کہ آپ مجھے عاق کر دیں۔" اس نے کوئی بھی اثر لیے بغیر بے نیازی سے انہیں اجازت دی۔

"دیکھا' دیکھا تم نے' یہ کتنا بے دید ہو گیا ہے؟ اس نے اب آگے سے آنکھیں دکھانا شروع کر دیا ہے' میں دیکھتا ہوں یہ نورین سے کیسے شادی نہیں کرتا؟ ایسی کی تیسی انکار کرنے والے کی۔" ابا جی بری طرح بھڑک رہے تھے اور خاور اطمینان سے سن رہا تھا۔

"میں نورین سے نہیں' ماموں وحید کی بیٹی زونیرا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" خاور کا دوسرا دھماکہ بھی کچھ کم نہیں تھا' گھر میں وہ فساد برپا ہوا کہ کھانا پینا حرام ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

شمو کی شادی کا ہنگامہ سرد ہوا تو گوری کو کسی اور طرف دھیان دینے کا خیال آیا اور تب اسے پتا چلا کہ داور کچھ پریشان سا ہے' وہ پہلی فرصت میں اس کے پاس چلی آئی' وہ اپنے چھت پہ چارپائی ڈالے لیٹا تھا' شام کے سائے ڈھل چکے تھے۔

"خیر تو ہے' منجھی پہ کیوں لیٹے ہو؟" وہ اپنی چھت سے اس کی چھت پہ آ گئی۔ داور نے جواب نہیں دیا' گوری نے اس کے چہرے کے سامنے اپنی کلائی میں بجی چوڑیاں کھنکائی تھیں' اسے متوجہ کرنے کے لیے۔

"ہو گئیں فارغ؟ آ گیا خیال کہ اس محلے میں چھنو اور شمو کے علاوہ بھی کوئی رہتا ہے۔" داور نے آسمان سے نظریں ہٹا کر گوری کو دیکھا۔

"اتنے مجنوں کیوں لگ رہے ہو؟"

"لیلیٰ جو بے خبر پھر رہی ہے؟"

"صاف صاف بتاؤ نا۔ کیا بات ہے؟" گوری نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"خاور بھائی نے نورین بھابھی سے شادی سے انکار کر دیا ہے۔"

"خاور لالہ زندہ باد۔" گوری نے خوشی سے نعرہ لگایا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟" داور نے گھورا۔

"تو اور کیا کہوں؟ خاور لالہ نے اپنی زندگی کا سب سے اچھا کام کیا ہے۔" اس نے خاور کو سراہا۔

"یہ اچھا کام ہے؟"

"ہاں اچھا ہی تو ہے' اس نک چڑھی چڑیل سے تو بہتر ہے بندہ وِیاہ ہی نہ کرے۔" نورین ایک' دو بار یہاں آئی تھی تو گوری نے بھی دیدار کیا تھا اور اس سے مل کر جو اندازہ گوری نے لگایا تھا' وہ یہی تھا کہ وہ خاور کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ وہ گاؤں کی ایک ایک چیز پہ ناک بھوں چڑھاتی تھی۔

"یار! ابا جی ناراض ہیں' اتنا غصہ کر رہے ہیں' کیا کیا جائے؟" داور کو خاور سے بھی زیادہ پریشانی ہو رہی تھی' وہ گھر میں بدمزگی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"چاچا جی کو کیا تکلیف ہے؟" گوری غصے سے بولی اور داور نے جن نظروں سے اسے دیکھا وہ دھیمی پڑ گئی۔

"کتنی بار کہا ہے کہ تمیز سے بات کیا کرو' بولنے سے پہلے سوچتی ہی نہیں ہو۔" داور نے اسے سرزنش کی۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ اس میں چاچا جی کو کیا مسئلہ ہے؟" اس نے اپنی غلطی درست کی۔

"مسئلہ ہے نا یار' زبیدہ پھوپھو' ابا جی کی ایک ہی بہن ہیں اور وہ بھی بیوہ' چار جوان بیٹیاں ہیں ان کی' ایسے حالات میں ہم بھی انہیں چھوڑ دیں تو ان کا کیا

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بنے گا؟" داور ابا جی کے نظریے سے سوچ رہا تھا۔
"تو زبیدہ پھوپھو کو بھی اپنی بیٹیوں کو سمجھانا چاہیے نا۔ وہ کیوں بار بار خاور بھائی سے پنگا لیتی تھی؟" گوری نے لاپروائی سے کہا۔
"تم نہیں جانتیں' یہ مذاق نہیں ہے' بہت بڑا مسئلہ ہے' زبیدہ پھوپھو اور ابا جی ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے دور ہو جائیں گے۔" داور بڑی گہرائی سے سوچ رہا تھا۔
"اگر خاور بھائی اور نورین کی شادی ہو بھی جائے تو بھی زبیدہ پھوپھو اور ابا جی دور ہو ہی جائیں گے۔" گوری نے نہ جانے کیا سوچ کر کہا تھا لیکن داور بری طرح چونک گیا۔
"کیا مطلب ہے تمہارا؟"
"میرا مطلب ہے کہ شادی کے بعد ان دونوں کے آپس میں خوش رہنے کا کوئی امکان نہیں ہے' میاں' بیوی آپس میں خوش نہیں ہوں گے تو ماں' باپ کیسے خوش رہ سکیں گے۔" گوری کی اتنی گہری بات پہ داور بھی سوچنے پہ مجبور ہو گیا تھا اور اسی سوچ میں ڈوب کر کافی دیر چپ رہا تھا۔
"یہ بات تو تم نے واقعی۔۔۔ کہی ہے۔" اس نے پر سوچ انداز میں سر ہلایا۔
"میں ہمیشہ صحیح ہی کہتی ہوں' بس تمہیں ہی غلط لگتا ہے۔" وہ تفخر سے بولی اور داور ہنس دیا۔
"بس تمہارے کہنے کا طریقہ غلط ہوتا ہے نا' اس لیے مجھے غلط لگتا ہے۔"
"تو صحیح طریقہ تم سکھا دو۔" وہ بڑی ادا سے بولی۔
"سکھا دوں گا' سب سکھا دوں گا' ایک بار سکھانے کا موقع تو ہاتھ آنے دو۔" اس نے جس لہجے میں کہا گوری خوب سمجھتی تھی۔
"گوری! اماں بلا رہی ہے۔" بالی سیڑھیوں سے پیغام دے کر چلا گیا تھا اور گوری اسے ہاتھ ہلا کر نیچے آگئی۔
"جی اماں!" اس نے سعادت مندی سے پوچھا۔
"تندوری تپ گئی ہے' روٹیاں لگا لے' تیرا ابا آنے ہی والا ہو گا' اسے تو شام ہوتے ہی بھوک لگ جاتی ہے۔"
اماں نے تندوری کی طرف اشارہ کیا اور گوری اپنی دودھیا کلائیاں دیکھ کر رہ گئی۔
"کیا سوچ رہی ہے اب؟"
"اماں! کیا یہ کلائیاں تندوری میں جلانے کے لیے ہیں؟"
"ارے کم بخت جلانے کو کون کہہ رہا ہے' کام کرنے کو کہا ہے' ہماری عمر بھی تو اسی تندوری میں روٹیاں لگاتے ہوئے گزری ہے؟" اماں اسے لعن طعن کرنے لگی۔
"اماں تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" وہ منہ بنا کے خفگی کا اظہار کرتی آٹے کی پرات اور چنگیر اٹھا کر تندوری کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔
"فضول کی لگتی' کبھی کہتی ہے گوبر نہیں اٹھاؤں گی' ہاتھ اور ناخن خراب ہوتے ہیں' کبھی کہتی ہے کالے برتن نہیں مانجھنے' ہاتھوں کی لکیروں میں سیاہی بیٹھ جاتی ہے' یہ بھی کوئی تک ہے بھلا؟ چھنو' تاجی' شمو سب ہی یہ کام تو کر رہی ہیں' اپنے اپنے گھروں میں' بس تیرے ہی نخرے ختم نہیں ہوتے۔" اماں اب اسے صلواتیں سنانا شروع ہو چکی تھیں۔
"کیا چھنو' تاجی اور شمو میرے جتنی سوہنی ہیں؟" اس نے بڑے فخر سے لوا سے پوچھا تھا اور پانی کے بھرے ڈونگے سے مٹھی میں پانی لے کر تندوری میں چھڑکاؤ کیا' تاکہ آگ تھوڑی دھیمی پڑ جائے۔
"جھلیے تو جتنی بھی سوہنی ہو جا' شادی تو اپنے جیسوں کے گھر ہی ہو گی نا؟ وہاں تو تجھے سارے ہی کام کرنے پڑیں گے۔" اماں نے اسے حقیقت سے آگاہ کیا۔
"ہو سکتا ہے اماں اپنے جیسا مجھے ایک کام والی رکھ دے۔" اس نے خواب آلود لہجے میں سرشاری سے کہا اور نظر داور کی سمت اٹھ گئی' وہ اپنے گھر کی سیڑھیاں اترتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا اور ان دونوں ماں بیٹی کی باتوں پہ مسکرا رہا تھا۔
"اف اک تے اس نوں چپ چپیتے گلاں سنن دی

عادت اے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے آٹے کا پیڑا بنا کر پکانے لگی' اتنے میں ابا بھی گھر میں داخل ہو چکے

☼ ☼ ☼

"دیکھ پتر غصہ تھوک دے' ضد نہ کر' تیرا ابا سنے گا تو مرنے مارنے پہ تل جائے گا' اس بات کو یہیں ختم کر دے۔" اماں نے خاور کو سمجھانے کی کوشش کی تھی' لیکن وہ بھی تو اسی باپ کا بیٹا تھا۔
"اماں آپ میرا ساتھ دیں گی یا نہیں؟" خاور نے فیصلہ کن انداز میں پوچھا۔
"لیکن میں یہ کیسے کر سکتی ہوں؟ تیرے ابا کی بھانجی کو چھوڑ کر اپنی بھتیجی کو کیسے لا سکتی ہوں؟ اندر کی بات تو ہمیں پتا ہے نا' لوگ سنیں گے تو سو' سو باتیں بنائیں گے' مجھے الزام دیں گے۔" اماں کو پتا تھا کہ لوگ کس طرح قیافے لڑاتے ہیں۔
"آپ کو لوگوں کی پروا ہے یا بیٹے کی؟" خاور نے فیصلہ ماں پہ چھوڑ دیا' وہ جز بز سی ہو گئیں' اور پھر گھر میں دوبارہ سے جنگ چھڑ گئی' خاور انہیں زونیرا کا ہاتھ مانگنے بھیج رہا تھا' لیکن ابا جی راضی نہیں تھے۔ خاور نے انہیں منانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام رہا۔
یہاں تک کہ خاور' زونیرا کو بیاہ کر گھر بھی لے آیا' لیکن ان کی خفگی اور ناراضی ختم نہیں ہوئی تھی' بلکہ وہ سنجیدہ اور چپ چپ سے رہنے لگے تھے۔ داور ان کے قریب رہنے کی کوشش کرتا تھا' وہ اس عمر میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا اور وہ بھی چھوٹے بیٹے سے بہت خوش تھے' اسے دعائیں دیتے نہیں تھکتے تھے اور وہ ساتھ ساتھ انہیں نرم کرنے کی اور سمجھانے کی کوشش بھی کرتا رہتا تھا' وہ خاور اور ابا جی کو قریب لانا چاہتا تھا۔ جب سے خاور' زونیرا کو رخصت کروا کے گھر لایا تھا۔ انہوں نے ایک بار بھی زونیرا کے سر پہ ہاتھ نہیں پھیرا تھا۔ حالانکہ وہ ان کی خدمت میں کوئی کمی نہیں کرتی تھی۔
زونیرا نے اس گھر میں آ کر بیٹیوں والی ساری کمی پوری کر دی تھی' اماں کو کاموں سے بالکل الگ کر دیا تھا۔ سارے گھر کی ذمہ داری خود اٹھالی تھی اور اس چیز پہ خاور بھی خوش تھا اور داور بھی' کیونکہ پہلے اماں اکیلی ان کے کام کرتی رہتی تھیں اور تھک جاتی تھیں' بس ایک گوری تھی جو صبح و شام آ کر ان کا ہاتھ بٹا دیتی تھی' گھر کی صفائی ستھرائی' کپڑے استری اور ایسے ہی کئی اور کام وہ ہی کر کے جاتی تھی۔ لیکن اب اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ ان کا گھر سنبھالنے والی بھی کوئی آ گئی ہے۔ زونیرا اتنی اچھی اور ہنس مکھ تھی کہ بہت جلد گوری اور اس کی دوستی ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"زونیرا باجی۔۔۔ زونیرا باجی۔" گوری نے ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی آوازیں دینا شروع کر دیا تھا۔
"کیا بات ہے گوری' اتنی اتاولی کیوں ہو رہی ہو؟"
زونیرا باورچی خانے سے باہر نکل آئی۔
"کھیر لائی ہوں آپ کے لیے۔" اس نے کھیر کا ڈونگا سامنے کیا۔
"کھیر کس خوشی میں؟"
"بس دل چاہ رہا تھا اس لیے بنالی' گھر کا خالص دودھ تھا' بڑی مزے دار ہے۔" اس نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا۔
"لیکن کھیر کھانے والا تو گھر ہی نہیں ہے۔" زونیرا نے مسکراتے ہوئے گوری کو چھیڑا۔
"جانتی ہوں' میں یہ کھیر آپ کے لیے لائی ہوں۔"
"یہ اس کے لاسٹ سمسٹر کے ایگزامز ہیں' دعا کرو اللہ اسے کامیاب کرے' پھر لمبی چھٹیوں کے لیے گھر آئے گا۔" زونیرا نے اس کا دل بہلانے کے لیے اسے تسلی دی۔
"خاور بھائی کب آئیں گے؟"
"ہفتے کو آئیں گے۔"
"اوہ! آپ کی اداسی بھی پھر ہفتے کو ہی دور ہو گی؟" گوری نے زونیرا کو چھیڑا۔
"یار میری اداسی تو اس روز دور ہو گی' جس روز ابا جی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے دل سے قبول کرلیں گے' ورنہ اس گھر میں رہتے ہوئے بھی دل بجھا بجھا سا رہتا ہے۔" زونیرا اداس ہوگئی تھی۔

"ارے چھوڑیں زونیرا باجی' چاچا جی دل کے برے نہیں ہیں اور نہ ہی انہیں آپ سے کوئی دشمنی ہے' بس زبیدہ پھوپھو کی وجہ سے کچھ کھنچے کھنچے سے رہتے ہیں' آخر ایک ہی بہن ہے ان کی اور وہ بھی ان سے ناراض ہے۔" گوری نے زونیرا کو سمجھایا۔

"تو پھر زبیدہ پھوپھو کب ان سے راضی ہوں گی اور کب وہ مجھے قبول کریں گے؟" زونیرا کی شادی کو چار' پانچ مہینے ہوگئے تھے' لیکن ابا جی کی ناراضی اور بدگمانی ہنوز تھی' خاور کو گھر میں دیکھتے ہی گھر سے باہر نکل جاتے تھے' زونیرا کھانا بنا کے سامنے رکھتی تو منہ پھیر لیتے تھے۔ ان کا کوئی اور کام کرتی' تب بھی وہ ایسا ہی کرتے' البتہ داور اس کی بہت عزت کرتا تھا اور اماں جی بھی بہت خوش تھیں۔

"آپ کو خاور بھائی نے قبول کرلیا ہے' کیا یہ کافی نہیں ہے؟" گوری نے ہنس کر کہا۔

"نہیں۔ گوری بات تو تب بنتی ہے جب سارے گھر والے قبول کریں' اکیلی لڑکی کو تو کوئی بھی لڑکا قبول کرلیتا ہے' گھر والے شامل ہوں تو تب ہی عزت و قدر بڑھتی ہے۔ بیاہ صرف لڑکے لڑکی کا ہی نہیں ہوتا' سمجھو یہ رشتہ پورے خاندان سے جڑتا ہے۔" زونیرا سچ کہہ رہی تھی' گوری اس کی بات سن کر چپ ہوگئی' اب وہ بھلا زونیرا کو اور کتنی تسلیاں دیتی؟ تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھی رہی' پھر اٹھ کر گھر آگئی' لیکن دھیان زونیرا کی باتوں کی طرف ہی تھا۔

☼ ☼ ☼

داور نے اپنا ایم بی اے کلیئر کیا ہی تھا کہ اسے ایک بینک کی طرف سے شاندار آفر بھی مل گئی اور اس آفر پہ وہ بے انتہا خوش تھا۔ ایم بی اے کی ڈگری اور اچھی جاب ہی اس کا خواب تھا' جو اللہ نے پورا کردیا تھا۔ اس بار وہ گاؤں آیا تو اس کی خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"لگتا ہے اب منڈا بیاہ مانگتا ہے؟" زونیرا نے اس کی چوری پکڑلی' وہ تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا' لیکن دوبار سیڑھیاں چڑھ اور اتر چکا تھا اور نظر بچا کے ساتھ والے گھر میں دوبار جھانک بھی چکا تھا۔ مگر وہ کہیں بھی نظر نہیں آئی تھی۔

"نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں' بس وہ مجھے بالی سے کام تھا' اس لیے دیکھ رہا تھا۔"

"اب ہمیں کیا پتا کہ تمہیں بالی سے کام تھا یا پھر بالی کی بہن سے؟"

"بالی کی بہن سے مجھے کیا کام ہونے لگا بھلا؟" اس نے لاپروائی ظاہر کی۔

"لیکن بالی کی بہن کو تو تم سے بڑا کام ہے نا؟"

"تو پھر کہاں ہے وہ نظر تو نہیں آرہی؟" داور کے منہ سے پھسل گیا اور جب احساس ہوا تب دیر ہوچکی تھی۔ زونیرا نے اسے مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھا وہ سر کھجا کے رہ گیا۔

"میں تو اسی لیے پوچھ رہا ہوں کہ اگر اسے کام تھا تو۔۔۔"

"اب اسے یہ تو نہیں پتا تھا کہ آج تم آرہے ہو؟ آج وہ ذرا دیر سے ہی نظر آئے گی۔" زونیرا نے ہنڈیا اتار کے سائیڈ پہ رکھی اور چولہے میں جلتی لکڑیاں بجھانے لگی۔

"کہاں گئی ہے؟"

"نانی کے گھر۔"

"داور۔" ڈیوڑھی سے اماں نے آواز دی۔

"جی اماں؟" وہ فوراً ان کی طرف لپکا۔

"یہ جلیبیاں اٹھا کے اندر رکھ' میں ذرا دم لے لوں' پھر سب کو تقسیم کرتی ہوں۔" اماں کو داور کی نوکری کی خوشی میں سارے محلے میں جلیبیاں بانٹنی تھیں اور داور کو پتا تھا اگر گوری کو اس بات کا دیر سے پتا چلا تو وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گی' جب ہی وہ اسے بتانے کی کوششوں میں تھا اور اپنی بے چینی میں گھر سے باہر نکل آیا تھا۔ گلی میں محلے کے بچے کھیل رہے تھے اور بالی

سا وہ دیکھ کر داور کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

☼ ☼ ☼
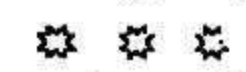
"دیکھ بالی! تجھے کتنی بار کہہ چکی ہوں' میں جب کسی کے گھر جاتی ہوں تو میرے پیچھے نہ آیا کر۔" گوری بالی کو ماسی کے گھر دیکھ کر غصے میں آگئی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہارے پیچھے آنے کا' جس دن گھر سے نکلتی ہو' پورے گھر میں سکون رہتا ہے' مجھے تو داور لالہ نے بھیجا ہے۔" اس نے بھی کوئی ادھار نہیں رکھا تھا۔ لیکن گوری کے کان کھڑے ہوگئے۔

"داور؟"

"ہاں انہوں نے بلانے بھیجا ہے۔"

"وہ اچانک کہاں سے آگیا؟" اس نے بالی کی بات سننے سے انکار کردیا تھا اور اسے ڈانٹ کر واپس بھیج دیا۔

"کیا کہہ رہا تھا بالی؟" چھنو نے گوری سے پوچھا۔

"کہہ رہا تھا داور آیا ہے اور مجھے بلا رہا ہے۔" گوری سر جھٹک کر کہتی ہوئی ان سب کے درمیان آکر بیٹھ گئی۔

"پھر تو نے کیا کہا؟"

"کہنا کیا ہے یار؟ بالی مذاق کررہا تھا۔"

"ہوسکتا ہے وہ سچ مچ بلا رہا ہو؟"

"لیکن وہ تو شہر۔۔۔"

"شہر سے آ بھی تو سکتا ہے۔؟" چھنو کی دلیل پہ گوری ڈانواں ڈول سی ہوگئی تھی۔

"آج بھی تیری چیزیں آئی ہوں گی؟"

"چیزیں نہ بھی آئیں تو کیا ہے؟ وہ بھی تو آخر 'میرا' ہی آیا ہے نا؟" اس نے فخر سے سر بلند کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دونوں اک دوسرے کو کتنا چاہتے تھے یہ تو ان کے آس پاس کے لوگ بھی جانتے تھے سب سہیلیوں کو پتا تھا' محلے کے بچوں کو پتا تھا' ماں باپ کو پتا تھا ان کے رب کو پتا تھا۔ گویا پورے جگ کو پتا تھا کہ گوری اور داور اک دوسرے سے کتنی محبت کرتے ہیں گوری ہنستے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئی لیکن داور ان کے گھر سے باہر نکل رہا تھا دونوں کا تصادم بہت شدید ہوا تھا وہ دروازے کو نہ تھام لیتی تو یقیناً گر جاتی۔

"السلام علیکم۔" داور کا سلام لٹھ مار قسم کا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" وہ اس کا سرد سا انداز دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"۔۔۔؟"

"کسو۔۔۔ ہے؟"

"جی۔۔۔ ہر آرا سب خیر ہے' اندر جلیبیاں رکھی ہیں۔۔۔ گا۔"

"جلیبیاں کس لیے؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اپنی اماں سے پوچھ لیجیے۔" وہ کہہ کے چلا گیا تھا اور گوری اماں کی طرف لپکی۔

"اماں! یہ جلیبیاں کس لیے آئی ہیں؟"

"داور کی شہر بینک میں نوکری لگ گئی ہے سب سے پہلے ہمارے گھر جلیبیاں دینے آیا ہے۔" انہوں نے خوشی خوشی بتایا۔

"نوکری؟" گوری خوشی سے چیخ اٹھی ان کی شادی میں تاخیر کی سب سے بڑی وجہ یہ نوکری ہی تو تھی اور آج۔ آج اللہ نے یہ خوشی بھی دے دی تھی گوری لپک کے چھنو کے گھر کی دیوار سے جا چپکی۔

"چھنو۔ چھنو اری چھنو بات سن۔" اس نے اسے جلدی جلدی آوازیں دیں۔

"کیا ہے؟" چھنو بھی دیوار سے نمودار ہوئی۔

"داور کی نوکری لگ گئی ہے' وہ بھی بینک میں۔" اس نے اپنی بے اختیاری پہ بمشکل قابو کررکھا تھا ورنہ دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔

"اب تو تیری شادی بھی ہوجائے گی۔" چھنو کا خیال اس کی شادی کی طرف گیا تھا۔

"کتنا انتظار بھی تو کیا ہے ہم دونوں نے۔" وہ اپنا پراندہ جھلاتے ہوئے شوخی اور شرماہٹ سے بولی۔

"ہائے تو پھر اس گھر سے اس گھر چلی جائے گی۔"

"جانا تو ہے نا' اس کا گھر ہی تو میرا گھر ہے۔" گوری کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا وہ یہ بھی فراموش کر

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

گئی کہ داور خفا ہو کر گیا ہے۔
یا شاید اسے پتا تھا کہ وہ اس سے خفا نہیں ہو سکتا۔

☼ ☼ ☼

"داور کہاں ہے زونیرا باجی؟" گوری نے ان کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔
"بیٹھک میں ہے۔" اس نے اشارہ کیا۔
"بیٹھک میں کیوں؟"
"اسی سے پوچھ لو۔" زونیرا اپنے کپڑے وغیرہ لے کر غسل خانے میں نہانے کے لیے گھس گئی اور گوری بیٹھک کی طرف آگئی بیٹھک کا دروازہ ادھ کھلا تھا وہ آہستگی سے دروازہ دھکیل کر اندر آگئی داور بیٹھک میں رکھے سنگل بیڈ پہ لیٹا میوزک سن رہا تھا اور بیٹھک کا گلی کی طرف کھلنے والا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا جس کی وجہ سے گلی کی ساری روشنی اندر آرہی تھی اور گلی میں کھیلتے بچے بار بار بیٹھک میں جھانک کر دیکھ رہے تھے گوری نے آگے بڑھ کے گلی والا دروازہ بند کر دیا اور پردہ برابر کر کے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔
"اتنے دکھی گانے کیوں سن رہے ہو کون چھوڑ گئی ہے؟" اس نے داور کا بازو اس کی آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے پوچھا۔
"چھوڑو میرا بازو 'کیوں آئی ہو یہاں؟" وہ تو اب بھی ناراض تھا گوری خجل ہو گئی۔
"ناراض ہو؟" گوری نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
"تمہیں کیا ہے میری ناراضی سے؟ ناراضی کی فکر تو مجھے ہوتی ہے 'تم ناراض ہو جاؤ تو پورا دن منانے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا ہوں اور تمہیں۔ تمہیں تو کل سے پروا ہی نہیں ہے۔" وہ غصے اور ناراضی سے کہتا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔
"معافی دے دو۔" گوری نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے اور داور اس کے دودھیا گداز ہاتھوں سے نظر چرا گیا تھا۔
"کل جب بلایا تھا تو آئی کیوں نہیں؟"
"میں سمجھی کہ بلال مذاق کر رہا ہے۔"

"کل زونیرا بھابھی کہہ رہی تھیں کہ عاشق تو مذاق کو بھی سچ سمجھتے ہیں 'تمہیں تو اس کے مذاق پہ بھی چلے آنا چاہیے تھا آخر اس نے میرا نام لیا تھا۔" داور نے زونیرا کی کل والی بات دہرائی۔
"دیکھو اب تم میری خوشی ختم کرنا چاہتے ہو؟" وہ خفگی سے گھورنے لگی اور اس کی اتنی بڑی بڑی آنکھوں کی گھوریوں پہ داور بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔
"جانتی ہو رات کو ہمارے گھر میں کیا باتیں ہو رہی تھیں؟" داور کا لب و لہجہ سرشار ہو رہا تھا۔
"ہاں جانتی ہوں۔" اس نے اپنی دھیمی مسکان چھپانے کے لیے رخ موڑ لیا۔
"کیا جانتی ہو؟ تمہیں کیسے پتا؟" وہ حیران ہوا۔
"کیونکہ رات کو میرے گھر میں بھی وہی باتیں ہو رہی تھیں جو تمہارے گھر میں ہو رہی تھیں۔" اس نے نظر جھکاتے ہوئے کہا۔
"شرمائی ہوئی کتنی اچھی لگتی ہو' آنکھیں سرور میں آجاتی ہیں۔"
"بس بس زیادہ پھیلو مت۔" گوری پیچھے ہٹ گئی۔
"پھر کب رکھیں شادی کی تاریخ؟" وہ شرارت سے کہتا اس کی سمت جھکا۔
"مجھ سے پوچھ کے رکھنی ہے؟"
"ہاں تم سے ہی تو پوچھ کے رکھنی ہے۔ آخر مہینہ پہلے تیاریاں بھی تو تم نے ہی کرنی ہیں؟ تم دوسروں کی شادیوں میں اتنے فنکشن کرتی ہو' یہ تو پھر تمہاری اپنی شادی ہے۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔
"تمہیں کوئی تکلیف ہے؟" اس نے گھور کے دیکھا۔
"تکلیف تو ہے ناں' یہ چوڑیاں' یہ پراندے' یہ کاجل یہ سرخی پاؤڈر سب میں ہی تو خرید کے لاتا ہوں شادی کے لیے تم نے ابھی پتا نہیں کیا کیا چیزیں منگوانی ہیں؟ کیا کیا اسٹیپس بنوانی ہیں۔" داور نے اپنی تکلیف کی وجہ بتائی لیکن گوری یکدم قہقہہ لگا کے دل کھول کے ہنسی تھی۔ اور وہ ہمیشہ کی طرح اس کی کھلکھلاہٹیں دیکھ کے رہ گیا۔

"یہ تو اب تمہیں عمر بھر کرنا ہے۔"
"ہاں مجبوری ہے یار۔" اس نے اداسی سے آہ کی۔
"کیا کہا؟" گوری نے چیخ کے کہا اور داور دو قدم پیچھے ہٹ گیا کہ کہیں نوچ ہی نہ لے۔
"دعا کرو' اب ابا جی جلدی واپس آجائیں پھر تمہارے گھر بات طے کرنے کے لیے بھی جانا ہے انہوں نے۔" داور نے سنجیدگی سے کہا۔
"کیوں؟ کہاں گئے ہیں وہ؟"
"شہر گئے ہیں' زبیدہ پھوپھو کو میری نوکری کی خوش خبری سنانے کے لیے' وہ سوچ رہے تھے کہ شاید زبیدہ پھوپھو اس خوشی کے موقع پہ راضی ہو ہی جائیں اور پھر بعد میں میری شادی میں بھی شریک ہو جائیں گی۔" وہ سنجیدگی سے بتا رہا تھا۔
"چلو اللہ ان کے دل میں رحم ڈالے۔" گوری دروازے کی سمت بڑھی۔
"اور تمہارے دل میں بھی۔" اس نے پیچھے سے لقمہ دیا۔
"میں نے کیا کیا ہے؟" وہ اس کی طرف پلٹی۔
"کیا تو نہیں ہے بس آئندہ کے لیے کہہ رہا ہوں۔"
"ڈرتے ہو مجھ سے؟"
"ڈر لگنا بھی چاہیے تم چیز ہی ایسی ہو۔" اس نے معنی خیزی سے کہا اور گوری ہنستی ہوئی باہر نکل گئی۔
"بڑے لڈو پھوٹ رہے ہیں جناب؟" زونیرا نہا کر نکل آئی تھی اور صحن میں کھڑی تولیے سے اپنے بال خشک کر رہی تھی۔
"بیٹھ نا گوری' کھڑی کیوں ہے؟" زونیرا نے چارپائی قریب کھینچی۔
"نہیں اب گھر چلتی ہوں۔"
"اب؟"
"ہاں اب تھوڑا پردہ بھی تو کرنا ہے۔" وہ زونیرا کے ساتھ مذاق کر رہی تھی اور تھوڑی دیر بعد گھر آگئی وہ کل سے واقعی بہت خوش تھی گھر آکر اس نے اماں کے بغیر کہے سارے کام کر ڈالے تھے وہ تتلیوں کی طرح اڑتی پھر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

دوسرے روز ابا جی تو بہن کو منا کر واپس آگئے لیکن گھر میں سب کو سانپ سونگھ گیا تھا اماں سینے پہ دوہتڑ مار کے رہ گئیں' خاور بھی چونک گیا' زونیرا چپ سی کھڑی تھی اور داور کی تو زبان ہی گنگ ہو گئی تھی وہ بھلا کیا کہتا؟ ابا جی سارا کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی ایسا کہہ رہے تھے 'کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ گھر میں گوری کے رشتے کے لیے باتیں ہو رہی ہیں اور وہ نیا مسئلہ اٹھا لائے ہیں۔؟
"زبیدہ کو یہ بات کہتے ہوئے شرم نہیں آئی؟" اماں آخر پھٹ پڑی تھیں۔
"بندہ مجبور ہو تو شرم نہیں آتی 'مجبوریاں سب کچھ کروا لیتی ہیں۔" ابا جی بہن کے حق میں بول رہے تھے۔
"اب کیا مجبوری ہے اسے؟"
"بیٹی والوں کو ہزاروں مجبوریاں ہوتی ہیں داور کی اماں' تجھے کیا پتا تو نے تو صرف دو بیٹوں کو جنم دیا ہے بیٹی والوں کے گھروں میں دیکھ کتنی مجبوریاں ہوتی ہیں' جتنی بیٹیاں' اتنی مجبوریاں۔" ابا جی کافی دھیما بول رہے تھے۔
"تو اپنی مجبوریوں کو پہلے لگام ڈال کے رکھتی نا' پڑھا لکھا کے ڈگری تو اس کے ہاتھ میں تھما دی لیکن تمیز اور لحاظ نہ سکھایا اگر خاور اس کے ساتھ منگنی کے لیے مان ہی گیا تھا تو پھر کیوں اس کے ساتھ الٹی سیدھی باتیں کرتی رہی؟" اماں پہلی بار ابا جی کے ساتھ اس لہجے میں بات کر رہی تھیں۔
"وہ اپنی غلطی مانتی ہے' اسے احساس ہے کہ اس نے خاور کے ساتھ برا سلوک کیا تھا۔" ابا جی اعتراف کر رہے تھے۔
"اچھا جو خاور کے ساتھ برا سلوک کر سکتی ہے وہ داور کے ساتھ نہیں کر سکتی؟"

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں اب نہیں کرے گی۔ اب وہ سمجھ گئی ہے۔" انہوں نے اماں کو تسلی دی۔

"نہیں۔ اب ہم بھی نہیں کریں گے' اب ہم بھی سمجھ گئے ہیں۔" خاور مداخلت کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"تم چپ رہو' یہ سارا گند تمہارا ہی پھیلایا ہوا تو ہے۔" ابا جی نے اسے جھڑک دیا۔

"میرا پھیلایا ہوا کیوں ہے' وہ خود ہی ایسی تھی۔ سارے تل کو گندہ کرنے والی مچھلی۔" خاور حقارت سے بولا۔

"زبان سنبھال کے بات کرو' وہ بھانجی ہے میری۔" وہ بھڑک اٹھے۔

"بڑی نیکو کار بھانجی ہے آپ کی۔" وہ طنزیہ بولا۔

"دیکھو اسے سمجھالے میرے منہ نہ لگے۔" انہوں نے اماں کو وارننگ دی۔

"مجھے سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بس آپ کے سمجھنے کی ضرورت ہے' آپ اچھی طرح جانتے ہو داور کا رشتہ گوری سے ہونے والا ہے۔" خاور کے منہ سے اپنا نام سن کر دیوار سے جھانکنے والی گوری وہیں کی وہیں تھم گئی۔

"ہونے والا ہے نا؟ ابھی ہوا تو نہیں نا؟" ابا جی کا لہجہ اور انداز بڑی اجنبیت لیے ہوئے تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ بچپن سے گوری اور داور کی بات چلی آرہی ہے۔ پورے پنڈ کو پتا ہے کہ داور کی دلہن گوری نے ہی بننا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ گوری کی جگہ نورین کو لا کر بٹھا دیں؟ داور کے جوڑ کی بھی نہیں ہے وہ۔ چار سال بڑی ہے داور سے' اس کے سامنے بے بے لگتی ہے اس کی۔" اماں داور کے لیے تڑپ اٹھی تھیں اور تڑپ تو گوری بھی گئی تھی اس کا دل دیوار کے پار ساکت و صامت رہ گیا۔

"عورت مرد سے کبھی بڑی نہیں لگ سکتی۔"

"جو بھی ہے داور کے ابا' میں اسے بہو بنا کر نہیں لا سکتی۔" اماں جی نے انکار کر دیا۔

"دیکھو' زبیدہ ہم سے ناراض ہے وہ اسی صورت ہم سے راضی ہوگی جب نورین داور کی دلہن بنے گی' اس کی باقی تینوں بیٹیاں بھی جوان ہیں ان کے رشتے آرہے ہیں' لیکن بڑی بیٹی کو گھر بٹھا کر وہ چھوٹی بیٹیوں کی شادی کیسے کر سکتی ہے لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ شاید بیٹی میں کوئی عیب ہے' اسے ہمارے ایک بیٹے نے ٹھکرایا ہے تو دوسرا اپنا لے گا اس طرح گھر کی بات گھر میں ہی رہ جائے گی۔"

"مجھے گھر کی بات گھر میں نہیں رکھنی بس بات ختم۔" اماں جی بڑی سختی سے پیش آرہی تھیں۔

"ٹھیک ہے اگر نہیں رکھنی تو پھر میں بھی اس گھر میں نہیں رہوں گا یہ گھر تمہارا اور تمہارے بیٹوں کا ہے تم لوگ ہی یہاں رہو' میں چلا جاؤں گا' بھاڑ میں جاؤ تم سب' پہلے ایک بیٹے نے کیا فیض دیا تھا جو دوسرا دے گا؟ پہلا بھی اپنی پسند سے بیوی لایا' دوسرا بھی اپنی پسند سے لائے گا' ہمارا کیا ہے؟ ہم تو پالنے پوسنے اور پڑھانے لکھانے کے لیے تھے۔" ابا جی بکتے جھکتے اٹھ کر وہاں سے چلے گئے اور وہ لوگ ساکت بیٹھے رہ گئے گوری پیچھے ہٹ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

پچھلے کئی دنوں سے گوری ان کے گھر نہیں گئی تھی اور اپنی پریشانی میں داور کو بھی احساس نے ہوا کہ وہ کیوں نہیں آئی لیکن آج شام کے وقت جب گوری چھنو کے ہاں چھت پہ گئی تو داور کو بھی اس سے ملنے کا خیال آگیا' وہ بھی اپنی چھت پہ چڑھ آیا تھا چھنو' داور کو آتے دیکھ کر فوراً نیچے چلی گئی جبکہ گوری وہیں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی رہی۔

"گوری۔" داور نے شاید پہلی بار اسے اس طرح آواز دی تھی۔

"کیا بات ہے اس طرح کیوں کھڑی ہو؟"

"کام کر کر کے تھک گئی ہوں۔" اس نے ست سے لہجے میں کہا۔

"تم جانتی ہو آج کل ہمارے گھر میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا پریشانی چل رہی ہے؟" داور کا لہجہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔

اور سنجیدہ تو وہ بھی ہو چکی تھی پچھلے کئی دنوں سے!

"ہاں جانتی ہوں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور پھر خود ہی تمسخرانہ انداز میں ہنس پڑی۔

"پنڈ کی یہی بات تو بڑی ہوتی ہے' ایک دوسرے کی بات نہیں چھپتی' گھر کی باتوں کو ہمسائے بھی سنتے ہیں۔ میں بھی تمہاری ہمسائی ہوں میں نے بھی سن لیا۔" اس کا انداز لاتعلق سا تھا۔

"یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو؟"

"تم میرے لہجے کی فکر نہ کرو' تم ابا جی کے فیصلے کی فکر کرو' اگر تم نے ان کی بات نہ مانی تو وہ گھر چھوڑ جائیں گے' اور ماں باپ گھر چھوڑ کے چلے جائیں یہ عزت نہیں بے عزتی کا مقام ہے۔" اب کی بار گوری سنجیدگی سے بول رہی تھی بغیر کسی طنز و تمسخر کے۔

"کیا مطلب ہے تمہاری بات کا؟" داور کی پیشانی پہ بل پڑ گئے تھے۔

"کہ تم نورین سے شادی کر لو۔" گوری نے بم پھوڑا تھا' داور تڑپ کے رہ گیا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" داور نے اشتعال میں آکر گوری کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالا تھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کہا۔" اس نے نظر چرا لی اور اپنے آپ کو اس کی گرفت سے چھڑانا چاہا لیکن وہ جو کبھی ہاتھ بھی نہیں پکڑتا تھا آج غصے میں ایسے دبوچنے پہ آیا تو گرفت لوہے کے شکنجے کے مانند ہو گئی تھی۔

"تم نے غلط نہیں کہا تو ٹھیک کیا کہا ہے؟" وہ غصے سے چبا کے بولا تھا۔

"ہونہہ! اتنا غصہ نہ کرو جن جی' کل کو جب ابا جی گھر چھوڑیں گے تو تمہیں میری ہی بات صحیح لگے گی۔" اس نے ہنس کے کہا۔

"گوری میرا دماغ پہلے ہی اتنے دنوں سے خراب ہے' اور خراب مت کرو۔" وہ چڑ گیا تھا۔

"دماغ اس لیے خراب ہے کہ تم غصے سے سوچ رہے ہو' ٹھنڈے دماغ سے سوچو گے تو تمہیں پتا چلے گا کہ کیا ٹھیک ہے اور کیا غلط؟ پہلے خاور بھائی کی وجہ سے اتنا فساد ہوا اور تمہاری وجہ سے پھر وہی مسئلہ؟ نوشیرا باجی دن رات کام کرتی ہیں خدمت کرتی ہیں لیکن ابا جی پھر بھی سیدھے منہ بات نہیں کرتے' یعنی اب میں بیاہ کر جاؤں گی تو وہ میرے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے آخر اس بار بھی وہ نورین کو ہی لانا چاہتے ہیں' پچھلی بار بھی نورین کا ہی مسئلہ تھا۔ اور اگر چاچا جی کو دیکھا جائے تو وہ بھی اپنی جگہ پہ درست ہیں آخر زبیدہ پھوپھو ان کی ایک ہی بہن ہیں اور وہ اپنی اکلوتی بہن کو ہمیشہ کے لیے کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ کیا خالہ زہرا شوہر کا سب کچھ چھوڑ کر چلے جانا برداشت کر لیں گی؟ لوگ سو سو باتیں کریں گے اور کیا تم لوگ خوش رہ پاؤ گے؟"

گوری نے آخر میں اس سے سوال کیا تھا اور داور ہمیشہ کی طرح اب بھی حیرانی اور تعجب سے اسے دیکھنے لگا تھا وہ کتنی لاپروا اور لاابالی نظر آتی تھی لیکن ہمیشہ کوئی ایسی گہری بات کہہ جاتی تھی کہ وہ خود بھی سوچنے پہ مجبور ہو جاتا تھا۔

"گوری تم نہیں جانتیں کہ تم کتنی بڑی بات کتنی آسانی سے کہہ رہی ہو؟"

"آسانی سے نہیں کہا' بہت سوچا ہے' بہت سمجھا ہے اور ہر بار تمہاری مجبوری ہی نظر آئی ہے' ہمارا کیا ہے؟ ہماری کون سی منگنی ہوئی تھی یا باقاعدہ کوئی رشتہ ہوا تھا' باتوں باتوں میں بات ہوئی تھی اور بات کا کیا ہے لوگ بھلا بھی دیتے ہیں ہم بھی یہی سمجھیں گے کہ ہم بھول گئے۔"

"گوری! یہ کوئی بات نہیں ہے' جس کو ہم بھلا دیں گے تو بھول جائے گی' یہ محبت ہے۔" اس نے پھر گوری کو جھنجوڑ دیا۔

"تو یہی سوچ لو کہ ہماری محبت دل میں رہنے کے لیے ہے' دنیا میں رہنے کے لیے اور بھی رشتے نبھانے ضروری ہوتے ہیں۔" وہ پھر اس کی گرفت سے دور ہو گئی۔

"گوری۔!" داور نے اسے کھینچ کے اپنے سامنے کر لیا تھا۔

"کیوں اپنی اور میری زندگی سے کھیل رہی ہو؟"

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

داور کا لہجہ عجیب تھکاوٹ سی لیے ہوئے تھا۔

"کھیل تو قسمت کھیل رہی ہے اس میں میرا اور تمہارا کیا دوش؟" گوری نے پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا تو داور کو اس کی آنکھوں میں نمی محسوس ہوئی گوری فوراً" پلکیں جھکا گئی کہ وہ اس کے آنسو دیکھ کر جذباتی نہ ہو جائے۔

"قسمت کے لکھے کو قبول کرنا ہی پڑتا ہے تم بھی کرلو میں بھی کرلیتی ہوں' نہ بھی کریں گے تو بھی ہو گا وہی جو قسمت میں ہے۔" گوری نے دلیل دی اور قدم واپسی کے لیے موڑ لیے۔

"میری بات سنو گوری۔"

"گوری اپنے داور کے پاس ٹھہرتی تھی کسی دوسری کے داور کے پاس نہیں ٹھہر سکتی' آج سے تم غیر ہوئے' میرا اور تمہارا ملنا مناسب نہیں' گوری سے محبت کرتے ہو میں اچھی طرح جانتی ہوں لیکن اب اس محبت کو اس چھت کی کچی مٹی میں دفن کردو' تم اپنے گھر جاؤ اور میں اپنے گھر' رب راکھا۔" گوری کہہ کے تیز تیز قدم اٹھاتی سیڑھیاں اتر گئی اور خاور اسے بلانے کے لیے چھت پہ آیا تو وہ اکیلا کھڑا تھا لیکن اس کی حالت کافی شکستہ لگ رہی تھی۔

"داور! کیا بات ہے؟ کیا ہوا ہے؟" خاور نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا اور داور شکستگی سے ڈھے گیا تھا۔

قسمت واقعی چال چل گئی تھی' کہاں نورین خاور کی منگیتر اور کہاں داور گوری کا عاشق ۔۔۔؟ قسمت کہاں سے گھما پھرا کے کہاں لے آئی تھی؟ خاور تو اپنی من مانی کرچکا تھا اب وہ من مانی کیسے کرتا؟ اس کی ساتھی تو خود با خود ہتھیار ڈال گئی تھی اس نے جنگ لڑنے کی بجائے ہاتھ اٹھا دیے تھے اور داور وہ اکیلا جنگ کیسے لڑتا؟ خاور کا ساتھ تو بہت سے لوگوں نے دیا تھا لیکن اس کا ساتھ دینے کے لیے تو کوئی بھی تیار نہیں تھا۔ گوری بھی نہیں!

☆ ☆ ☆

اور نیچے اپنے کمرے میں آکر جتنا گوری روئی تھی اگر داور کے ابا جی بھی دیکھ لیتے تو اس معصوم لڑکی کے دل پہ ہاتھ ڈالنے سے انکار کردیتے لیکن وہ روئی بھی تھی تو چھپ کے۔ جس شخص کے خواب اس نے سوئی آنکھوں سے بھی دیکھے تھے۔ اور بند آنکھوں سے بھی آج اسی شخص کو کسی اور کا ہاتھ تھامنے کا مشورہ دے کر آئی تھی تو اپنا دل بھی کاٹ کے پھینک آئی تھی اب دل کی جگہ خلا رہ گیا تھا اور اسے اب اس خلا کو سب سے چھپانا تھا اپنے آپ کو مضبوط ظاہر کرنا تھا اتنا مضبوط کہ داور بھی ڈگمگا نہ سکتا اور اس نے ایسا کرکے دکھا دیا تھا ابا جی نے فیصلہ اور یہ چھوڑا تو سبھی کی نظریں داور پہ جم گئیں کہ ابھی انکار کرے گا لیکن اس نے نہ ابھی انکار کیا نہ کبھی۔ اس نے باپ کی ضد کے سامنے سر جھکا دیا تھا خاور اور اماں جی تڑپ کے رہ گئے لیکن وہ گھر سے باہر نکل گیا تھا زونیرا باجی گوری طرف لپکی تھیں لیکن جب گوری کو پتا چلا تو وہ انتہائی مطمئن اور پُرسکون رہی تھی اس نے حیرانی اور دکھ کی بجائے خوشی کا اظہار کیا تھا اور گوری کے رویے سے زونیرا کو پتا چل گیا کہ داور کی رضامندی کے پیچھے کیا راز ہے؟ وہ چپ چاپ گھر لوٹ آئی تھی گھر میں شادی کی تیاریاں جاگ اٹھی تھیں اماں کا کلیجہ کٹ گیا تھا' وہ گوری کو چھوڑ کے داور کے لیے کسی اور کو کیسے لاتیں؟ کیسے خوش ہوتیں؟ انہوں نے تو ہمیشہ داور کی دلہن کے روپ میں گوری کو ہی دیکھا تھا لیکن اچانک نورین نے ٹانگ اڑادی تھی وہ بھلا کس دل سے قبول کرتیں؟

ایک بہو سے ابا جی خوش نہیں تھے اور ایک بہو سے اماں جی۔ مقابلہ سخت تھا! لیکن اماں جی کا دل زیادہ دکھی تھا۔ گوری کی اماں حلیمہ اور داور کی اماں زہرا دونوں آپس میں چچا زاد بہنیں تھیں اور دونوں کی شادیاں بھی ایک ساتھ ہی ہوئی تھیں اور اتفاقاً" دونوں ہمسائیاں تھیں اک دوسرے سے پیار محبت اور اپنائیت میں زندگی گزر گئی تھی یہی پیار محبت بچوں میں بھی منتقل ہو گیا تھا البتہ داور اور گوری ہی ایسے تھے جن کے پیار کی نوعیت بدل گئی تھی دونوں تقریباً" ہم عمر ہی تھے بچپن ایک ساتھ کھیلتے کودتے' لڑتے جھگڑتے ہی

گزرا تھا اور پھر یہ لڑائی جھگڑے چاہتوں میں بدل گئے یہاں تک کہ ماں باپ بھی ان کے دلوں کے بھید سے آشنا تھے اس لیے خالہ زہرا گوری کو بہو بنانے کے لیے برملا اظہار کرنے لگی تھیں لیکن ان کے اس اظہار سے قسمت تو نہیں بدل سکتی تھی نا؟ گوری کے ماں باپ کو بھی دکھ ہوا تھا لیکن گوری نے ان کو بہلا پھسلا کر سمجھا لیا تھا اور وہ کیسے نہ سمجھتے؟ آخر گوری بالکل ہنسی خوشی ہشاش بشاش گھوم رہی تھی اس کے چہرے پہ تو غم کا شائبہ تک نہیں تھا اس نے دل کی باتوں کو دل میں دفن کرنا سیکھ لیا تھا یوں جیسے اس نے کبھی داور کو چاہا ہی نہیں تھا۔ اماں نے بارہا اس کے دل کو کریدنے کی' اسے ٹٹولنے کی کوشش کی تھی لیکن ہر بار انہیں ناکامی کا سامنا ہوا تھا وہ بس داور کی شادی تک اپنے آپ کو قائم رکھنا چاہتی تھی سو اس نے ایسا ہی کیا تھا یہاں تک چھنو تائی اور شمو بھی دنگ رہ گئی تھیں گوری سے ایسی توقع تو نہیں تھی لیکن وہ سارے کام توقع کے خلاف کر گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

داور کی شادی تھی اور گوری نے سرخ جوڑا پہن رکھا تھا وہی سرخ جوڑا جو خود داور اس کے لیے لے کر آیا تھا اور گوری نے کسی خاص موقع پہ پہننے کے لیے سنبھال رکھا تھا اور آج کے خاص موقع سے زیادہ بھی کوئی خاص موقع ہو سکتا تھا بھلا؟ اس نے سوٹ پہنا" سرخ پراندہ اور سرخ چوڑیاں پہنیں' سب سنگھار کیے اور اس کی بارات کے ساتھ بھی گئی کوئی داور سے اس کے دل کا حال پوچھتا جو گوری کو دیکھ دیکھ کر کٹ رہا تھا وہ کتنی آسانی سے سب کے ساتھ سب کے جیسی ہی پھر رہی تھی اور وہ تھا کہ اندر ہی اندر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا اور وہ سرخ جوڑا پہنے اس کے ارمانوں کو جلا رہی تھی۔

شام ڈھلے وہ دلہن لے کر گھر واپس آئے اور یہاں آکر گوری کے قدم رو پڑے تھے۔ داور کے گھر کے سامنے سب ہی نوری کا استقبال کررہے تھے۔ رسمیں کررہے تھے اور گوری اپنے گھر کی طرف بڑھ گئی۔

"گوری آؤ نا۔" زونیرا نے آواز دی۔

"میرے جانے کا وقت ہے زونیرا باجی' آنے کا نہیں۔" اس نے گھر کی سمت دیکھا۔ زونیرا چپ ہو گئی اور داور بھی اس کے تھکے تھکے قدموں کو دیکھتا رہ گیا اس نے گھر میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا تھا۔

"داور چلو نا۔"

"اب اور کہاں جاؤں؟ جہاں جانا تھا وہاں تو جا نہیں سکا۔" وہ استہزائیہ انداز میں سوچتا ہوا اندر آگیا۔ اندر ابھی بھی رسمیں جاری تھیں۔ لیکن داور کا دل تو گوری کے تھکے تھکے قدموں کے ساتھ ہی اس کے گھر چلا گیا تھا یہاں تو داور بالکل خالی کھڑا تھا بغیر کسی دل کے اور بغیر کسی جذبات کے۔ اس وقت وہ نورین نامی کا شوہر تھا بس دنیاوی تقاضے پورے کرنے کے لیے۔ دلی تقاضے تو کسی اور سے وابستہ تھے۔

☆ ☆ ☆

"آپ لوگوں نے ابھی تک گھر میں اٹیچڈ باتھ روم نہیں بنوائے؟" نورین نہانے کے لیے باہر غسل خانے میں جانے کا سن کر بدک گئی تھی۔

"یہ عام سا گھر ہے' کوٹھی یا بنگلہ نہیں کہ یہاں اٹیچڈ باتھ روم کی سہولت ہو' گاؤں میں ہر گھر میں ایک ہی باتھ روم ہوتا ہے۔" داور نے اندر داخل ہوتے ہوئے جواب دیا تھا اور زونیرا جواب دینے کی زحمت سے بچ گئی تھی۔

"تو گاؤں میں ایک ہی بیڈ روم کیوں نہیں ہوتا؟ جہاں ماں باپ' بہن بھائی اور میاں بیوی ایک ساتھ ہی سوئیں۔"

"شٹ اپ یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"یہ بدتمیزی نہیں آپ لوگوں کی ذہنی مفلسی ہے' اتنا پڑھ لکھ گئے' نوکریاں لگ گئیں' شادیاں کرلیں لیکن گھر نہیں بنایا بس یہ دو کمروں کا کوٹھا ہی کافی ہے تم لوگوں کے لیے۔" اس نے حقارت سے کمرے میں نظر دوڑائی تھی۔

"تمہارے ماں باپ کے پاس تو یہ دو کمروں کا کوٹھا

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی نہیں تھا ساری زندگی کرائے کے مکانوں میں گزاری۔" نہ جانے کیا بات تھی داور کتنا جلا بھنا بیٹھا تھا۔ وہ اسے دو بدو منہ توڑ جواب دینے سے باز نہیں آیا تھا۔ نورین بلبلا گئی تھی۔

"تم مجھے میرے میکے کا طعنہ دے رہے ہو؟"

"نہیں میں حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

"داور! کیوں الجھ رہے ہو؟ چلو تم باہر چلو آتے میں نورین بھی نہا کر۔"

"نہیں۔ میں نہیں نہاؤں گی۔" اس نے زونیرا کی بات کاٹتے ہوئے انکار کر دیا تھا' داور نے ٹھہر کر زونیرا بھابھی کو دیکھا پھر نورین کو!

"بھابھی! آپ ذرا باہر جائیے۔" اس نے احترام سے کہا۔

"جزاک اللہ کرنا۔" زونیرا کہہ کے باہر نکل گئی۔

"اپنی بات پہ قائم رہنا' تم غسل خانے میں جا کر نہاؤ گی' نہ منہ ہاتھ دھوؤ گی بلکہ کچھ بھی نہیں کرو جب تک تمہارے لیے اٹیچڈ باتھ روم نہیں بن جاتا۔" اس نے نورین کو اس کی اپنی بات میں ہی پھنسا دیا تھا آخر وہ باتھ روم سے کتنی دیر تک دور رہ سکتی تھی۔

"بلکہ میری مانو تو تم ایک ساتھ سب ہی چیزوں کی فرمائش کر دو' گیزر' اے سی' ٹیلی فون' ٹیلی ویژن' کمپیوٹر' روم فریج' اٹیچڈ باتھ روم' کارپٹ اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ یاد آتا ہے وہ سب ایک لسٹ میں لکھ کر میرے ابا جی کو دے دو' وہ سب کچھ ایک ساتھ آرڈر کر دیں گے۔" داور کا لہجہ حد درجہ استہزائیہ اور طنزیہ ہو رہا تھا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ ایک رات کی دلہن کے ساتھ تم یہ سلوک کرو گے؟" اس نے سلگتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"ایک رات کی دلہن یہ بھی تو دیکھے کہ اس کے کرتوت اور رویہ کیا ہے؟" داور کا دل بھی تو جلا ہوا تھا۔ اس نے بھی تو کہیں پھپھولے پھوڑنے ہی تھے اور صبح صبح ہی یہ موقع نورین نے خود دے دیا تھا۔

"تعمیر کا کام آج سے شروع کروا دو' پیسے میں دوں گا بس کام ابا جی کروائیں گے۔" اس نے غصہ دبا کر چبا کے کہا تھا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو"

"میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟ میرا اور تمہارا مذاق کا رشتہ نہیں ہے۔" اس نے زور دے کے کہا اور پھر باہر نکل گیا تھا' نورین نے خوشی خوشی شاور لیا۔ تیار ہوئی اتنے میں گاؤں کی عورتیں بھی آگئیں لیکن دلہن کسی کو خاص پسند نہیں آئی تھی بلکہ اس کے مقابلے پہ لوگ زونیرا کی تعریف کر رہے تھے اور نورین ان سب عورتوں کی آنکھوں میں ناپسندیدگی دیکھ کر جل گئی تھی' اسے زونیرا کی خوبصورتی اور خوب سیرتی دونوں سے چڑ ہو گئی تھی اسے غصہ آنے لگا تھا اور اس کے مزاج کی پہلی پہلی خرابی آج تک بھی پہنچ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

لے کے دل پرتان نئی ہوندے
گوڑھے پیار دیجلان نئی ہوند
کچے گھڑے تے ترنا پیندا
سوکھے عشق کمان نئی ہوندے
غیراں دے سنگ ٹرنا تیرا
دیکھ کے میرے کمان نئی ہوندے
کج گلاں سمجھ نئی آوندیاں
کج نقطے سمجھان نئی ہوندے

داور آج تیسری بار چھت پہ آیا لیکن پھر بھی گوری کہیں نظر نہیں آئی تھی البتہ بالی نظر آگیا تھا جو گوری کے رسالے کا حشر نشر کر چکا تھا کاغذ کے جہاز بنا بنا کے اڑا رہا تھا اور ایک کاغذ کا جہاز اڑتے ہوئے داور کے چہرے سے آ ٹکرایا تھا اس نے وہ کاغذ پکڑ کے دیکھا تو اس پہ سرخ پنسل سے کچھ اشعار لکھے ہوئے نظر آئے جن کو پڑھ کر داور کو لگا گوری نے اپنے دل کا حال لکھا ہو وہ اس پنجابی غزل کے اشعار بار بار پڑھتا رہا اور ہر بار دل پہ اثر ہوتا رہا۔

"داور لالہ وہ میرا جہاز۔" بالی اس کے قریب

- داور نے چونک کر دیکھا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم؟ گوری کے ڈائجسٹ کیوں خراب کر رہے ہو؟ وہ مارے گی تمہیں۔" داور نے اسے دھمکایا لیکن بالی جواباً ہنس دیا۔

"اب نہیں مارتی' بہت اچھی ہو گئی ہے' اب تو اس کا ایک اپ بھی خراب کر دوں تو بالکل نہیں بولتی' یہ رسالہ اس کے سامنے ہی لے کر آیا ہوں' اس نے مجھے بھی نہیں مارا' اب تو پیسے چوری کرنے پہ بھی نہیں کہتی۔ اللہ لوک ہو گئی ہے۔" بالی نے ہنستے ہوئے شرارت سے آنکھ دبا کے کہا تھا اور اور بری طرح ٹھٹک گیا تھا۔ گوری کی کیفیت سن کر اس کے دل کو یہ ہوا تھا اس کے جسم و جاں میں بے چینی اور اضطراب اتر گیا تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟ وہ ٹھیک تو ہے؟" اسے پریشانی لگی ہوئی تھی۔

"مجھے تو لگتا ہے' اب ٹھیک ہے پہلے ٹھیک نہیں تھی۔" بالی کو وہ اس حال میں اچھی لگتی تھی لیکن جس حال میں داور کو اچھی لگتی تھی اس نے وہ حال چھوڑ دیا تھا اور چپ ہو گیا اور مزید کچھ بھی پوچھے بغیر نیچے اتر آیا۔ نیچے نورین کی چیخ چیخ جاری تھی' اس نے ہر بات میں نقص نکالنا اپنا فرض سمجھ رکھا تھا۔ ہر چیز اسے اپنے معیار سے نیچے نظر آتی تھی یہاں تک کہ اس نے زونیرا کو بھی ہتک و حقارت کا نشانہ بنا لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

داور کی چھٹیاں ختم ہونے والی تھیں وہ دو دن میں واپس شہر جانے والا تھا لیکن جب نورین کو پتا چلا تو اس نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔

"تم مجھے یہاں مچھروں اور مکھیوں کے لیے بیاہ کر لائے تھے؟ خود شہر جا رہے ہو اور مجھے یہاں پھینک رہے ہو اس کوڑے دان میں۔؟" وہ اتنی بلند آواز سے بول رہی تھی کہ برآمدے میں بچھی چارپائی پہ بیٹھے ابا جی اس کی زبان کی گل افشانی با آسانی سن رہے تھے۔ اپنے گھر کے لیے کوڑے دان کا لقب سن کر ابا جی کو بھی ناگوار گزرا تھا لیکن چپ چاپ بیٹھے رہے' ان پندرہ دنوں میں انہیں یہ تو احساس ہو ہی چکا تھا کہ ان کی بھابھی واقعی حد سے زیادہ زبان دراز ہے' جب بولنے پہ آتی ہے تو کسی بڑے چھوٹے کا بھی لحاظ نہیں کرتی۔

"اس طرح ہر بات پہ ہنگامہ کھڑا کر کے تم کیا ظاہر کرنا چاہتی ہو؟ کیا مقصد ہے تمہارا؟" داور دبے لہجے میں پوچھ رہا تھا تاکہ کوئی اور ان کی آواز نہ سنے۔

"میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ میرا دم گھٹتا ہے' مجھے گاؤں میں رہنے کی عادت نہیں ہے؟ مجھے اپنے ساتھ شہر لے چلو' میں شہر میں رہنا چاہتی ہوں۔" اس نے بالآخر اپنے اندر کی بات کہہ ہی دی اور داور چپ چاپ اس کا منہ دیکھتا رہا۔ وہ اب اسے کیا کہتا اگر کہتا تو بھی بات اور بڑھتی اسی لیے چپ چاپ کمرے سے باہر نکل آیا تھا یہاں تک کہ اس نے برآمدے میں بیٹھے ابا جی کو بھی نہ دیکھا اور کچھ دیر کے لیے گھر سے باہر نکل گیا داور کی پشت کو دیکھتے ہوئے۔ نا جانے کیوں ابا جی کو اپنی غلطی اور پچھتاوے کا احساس ہوا تھا وہ حقہ گڑگڑانا بھول گئے تھے۔

"ابا جی روٹی بنا دوں آپ کے لیے؟ صبح بھی آپ نے صرف لسی ہی لی تھی؟" زونیرا ہنڈیا بنا کے باورچی خانے سے باہر نکلی تو ابا جی کے کھانے کا خیال آگیا اور وہ چپ چاپ گم سم سے زونیرا کی شکل دیکھنے لگے اسے ایک سال ہونے کو آیا تھا اس گھر میں بیاہ کر آئے ہوئے اور دن رات کام کاج میں لگی رہتی تھی۔ حالانکہ انہوں نے ابھی تک اس کو خود سے بہو کا درجہ نہیں دیا تھا لیکن پھر بھی وہ ماتھے پہ کوئی بھی شکن لائے بغیر ان کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھی اس نے انتہائی خوش اسلوبی سے پورے گھر کو سنبھال رکھا تھا کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی کبھی خاور کے ساتھ یا پھر ساس' سسر کے ساتھ جھگڑے نہیں کیے تھے وہ بہت صابر و شاکر لڑکی تھی لیکن نورین نے تو جیسے ضد باندھ لی تھی کوئی بھی دن خالی نہیں جانے دیتی تھی اور داور اکثر چپ چاپ گھر سے باہر نکل جاتا تھا اور ابا جی بھابھی کے کرتوت دیکھتے رہ جاتے تھے۔ وہ اس بات

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا ذکر بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وہ پچھتا رہے ہیں۔

☼ ☼ ☼

"دیکھ گوری تائی بیمار ہے' ہم دونوں نہ گئیں تو خفا ہوگی' ہم دونوں کی بیماری کا سنے تو بھاگی چلی آتی ہے۔" چھنو اسے تائی کے گھر جانے کے لیے بلانے آئی تھی لیکن گوری کاموں میں مصروف تھی' اس نے انکار کردیا تھا۔

"شام کو چلی جاؤں گی۔" گوری صحن سے چیزیں سمیٹتے ہوئے بولی۔

"شام کو سو کام ہوتے ہیں تو ابھی چل میرے ساتھ۔" چھنو نے اصرار کیا۔

"ضد نہ کر چھنو اماں بھی گھر پہ نہیں ہے۔" گوری نے نیا بہانا ڈھونڈا۔

"تو کیا ہوا؟ گلی میں بالی اور کاکی دونوں کھیل رہے ہیں انہیں گھر بٹھا جاتے ہیں۔" چھنو آسان حل ڈھونڈ کے لائی تھی۔

"ہاں اور وہ دونوں ہمارے پیچھے گھر کو آگ لگا دیں' وہ ہر چیز تباہ کرنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔ جانتی تو ہو تم بھی۔" گوری نے استہزائیہ کہا۔

"چل پھر اماں کے آنے کا انتظار کر لیتے ہیں۔" چھنو ٹلنے والی نہیں تھی' اس نے آخر اسے ساتھ لے کر جانا تھا' وہ موڑھا گھسیٹ کے اس پہ بیٹھ گئی تھی۔

"پتا نہیں اماں کب آئے گی؟" گوری نے کندھے اچکائے۔

"جب بھی آئے گی' آئے گی تو سہی نا۔" چھنو نے اطمینان سے کہا۔

اور گوری اپنے کام نبٹانے میں لگی رہی' چھنو ادھر ادھر دیکھتی رہی اور یونہی بیٹھے بیٹھے دائیں دیوار پہ نظر جا پڑی' اور خیال داور کی طرف چلا گیا' شادی سے پہلے وہ اکثر کبھی سیڑھیوں پہ' کبھی چھت پہ' کبھی بیٹھک میں نظر آتا تھا لیکن اب تو اس کی شکل ہی گم ہو گئی تھی۔

"داور کو کبھی دیکھا ہے؟" چھنو نے گوری کو مخاطب کیا۔

"دیکھنے سے کیا حاصل؟" گوری نے لاپروائی سے کہا۔

"اپنی بیوی کے ساتھ خوش تو ہوگا؟" اس نے گوری کے چہرے پہ کچھ کھوجا۔

"ہاں بڑا خوش ہے' روز سنتی ہوں اس کی خوشیوں کے قصے۔" گوری نے طنزیہ ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ کیا ہوا ہے؟" چھنو اس کے طنز کو پہچان گئی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"لو ماسی حلیمہ بھی آ گئی۔" چھنو کی نظر دروازے کی سمت اٹھی۔ گوری نے بڑھ کے اماں کے ہاتھوں سے سو اسلف تھا لیا۔

"پانی لاؤں؟" اس نے اماں سے پوچھا۔

"ہاں لا دے' بڑی پیاس لگی ہے۔" وہ ہانپ رہی تھیں اور گوری لپک کے گلاس میں ان کے لیے پانی لے آئی۔

"تھک گئی ہیں؟" وہ ان کے کندھے دبانے کے لیے بیٹھ گئی۔

"پانچ کلو گھی اور پانچ کلو چینی لائی ہوں اٹھا کے' تھکنا تو تھا ہی۔" اماں نے اپنی تھکنے اور ہانپنے کی وجہ بتائی۔

"اماں کہا تو تھا کہ بالی یا کاکی کو اپنے ساتھ لے جا' لیکن تو مانی ہی نہیں۔" گوری نے خفگی سے کہا۔

"ہاں وہاں جا کے میرے ساتھ ضد لگا لیتے کہ ہمیں بھی چیزیں لے کر دو۔" اماں کو بالی اور کاکی کی حرکتوں کا پتا تھا اسی لیے ساتھ لے کر نہیں جاتی تھیں لیکن نتیجے میں خود تھک ہار جاتی تھیں۔

"تو سنا چھنو؟ تو آج کدھر؟" اماں کے حواس کچھ سنبھلے تو کسی اور طرف دھیان گیا تھا۔

"میں گوری کو لینے آئی تھی' تائی کو دو دن سے کس چڑھی ہے سوچا دونوں جا کے پتا کر آتی ہیں لیکن یہ جا ہی نہیں رہی' بہانے پہ بہانے کیے جا رہی ہے۔" چھنو نے گوری کو گھور کے دیکھا تھا۔

"ارے بہانے کرنے کی کیا ضرورت ہے سارا دن گھر میں پڑی رہتی ہے۔ جا چلی جا' تائی بھی خوش ہو جائے گی۔" اماں نے بھی چھنو کی ہاں میں ہاں ملائی تھی اور گوری کو جانے کا کہا سو مجبوراً گوری کو اٹھنا ہی پڑا۔

"میں چادر لے آؤں۔" وہ اندر گئی اور اپنی بڑی سی کالے رنگ کی چادر لے آئی یہ چادر بھی اس کے لیے داور ہی لایا تھا کالی چادر کے چاروں اطراف چھوٹے چھوٹے سرخ پھول بنے ہوئے تھے کافی نفیس سی کڑھائی تھی۔

"چل۔" اس نے چادر اچھی طرح لپیٹ لی کسی کے گھر آنا جانا ہوتا تو وہ یہی چادر لے کر جاتی تھی۔

"اچھا اماں ہم جا رہے ہیں رسوئی کا خیال رکھنا کاڑھنی میں دودھ رکھا ہے بلی نہ آ جائے۔" وہ جاتے جاتے اماں کو بتا کر جا رہی تھی اور پھر دونوں آگے پیچھے باہر نکل آئیں لیکن گلی میں نکلتے ہی گوری کے قدم تھم گئے تھے داور کی بیٹھک کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور داور باہر گلی میں بیٹھک کی کھڑکی پہ کھڑا تھا چہرے پہ پریشانی تھی لیکن گوری کو دیکھ کر جسم کا سارا لہو جیسے چہرے پہ سمٹ آیا۔ وہ شادی کے بعد پہلی بار گوری کو دیکھ رہا تھا گوری کے قدم بھی چند ثانیے کے لیے تھمے تھے لیکن اب اس کے پاس ٹھہرنے کو بدنامی کمانی اور اس سے بہتر تھا کہ انجان بن کے گزر جاتی اب وہ اس کا محبوب ہی نہیں کسی کا شوہر بھی تھا۔

"چل چھنو' رک کیوں گئی ہے؟" گوری نے چھنو کو دھکیلا اور خود بھی پاس سے گزر گئی۔

یہ گلی تھی سو لوگوں کے گزرنے کا امکان تھا' ورنہ داور اسے آواز دے کے یا پلو سے پکڑ کے روک لیتا' مگر گلی کا خیال کر کے دل مسوس کے رہ گیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ گاؤں میں رہتے ہوئے بھی داور نے اسے اتنے دنوں بعد دیکھا تھا۔ وہ بھی غیروں کی طرح نہ سلام کیا' نہ حال پوچھا' نہ بات کی' بس غیروں کی طرح گزر گئی تھی۔ حالانکہ چھنو اسے دیکھ کر ٹھہر گئی تھی' لیکن وہ پھر بھی نہیں ٹھہری تھی۔

☼ ☼ ☼

"ادھر آ تو پتر میرے پاس بیٹھو۔" ابا جی نے نورین کو اپنے پاس بلایا اور وہ خراب موڈ کے ساتھ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"دیکھ پتر ہم پینڈو لوگ ہیں اور ہمارا رہن سہن بھی پینڈوؤں جیسا ہے جیسے پورا پنڈ رہتا ہے' ویسے ہم بھی رہتے ہیں اب ہم اس میں کیا تبدیلی لا سکتے ہیں؟ تو کیا تبدیلی چاہتی ہے آخر؟" ابا جی نے تحمل سے سمجھا کر پوچھا تھا۔ نورین اپنا غصہ اور اپنی زبان بمشکل روک پائی تھی۔ ورنہ جی چاہ رہا تھا کہ اپنے ماما جی کو کھری کھری سنا ڈالے۔

"بول نا پتر کیا بات ہے؟ تیرا اور داور کا جھگڑا کس بات پہ ہے؟" انہوں نے پھر اسے کریدا' حالانکہ وہ جانتے تھے کہ داور کی طرف سے تو کوئی جھگڑا نہیں ہے' بس وہ ہی چل کرتی ہے اور خود ہی بات کو بڑھا دیتی ہے۔

"میں یہاں نہیں رہنا چاہتی' میں شہر میں الگ گھر کر رہنا چاہتی ہوں' میں کبھی بھی یہاں ایڈجسٹ نہیں ہو سکی۔"

"لیکن پتر الگ میں کیسے؟"

"کیوں الگ گھر میں کیا حرج ہے؟ بینک میں کام کرتا ہے' مہینے کے مہینے اتنی تنخواہ ملتی ہے' کیا اپنا گھر نہیں لے سکتا؟ یا پھر اس میں بھی کوئی تکلیف ہے آپ لوگوں کو؟" اس نے تیکھے لہجے میں کہتے ہوئے ابا جی کو دیکھا' ابا جی کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا' ان کے کندھے جھک گئے تھے۔

"اگر شہر کے مکانوں جیسا مکان ہم تمہیں یہاں بنا دیں تو پھر؟" انہوں نے آخری حربہ آزمایا۔

"مکان بنانے سے کیا ہوگا؟ گاؤں تو پھر بھی گاؤں ہی رہے گا نا؟"

"یعنی تم یہاں نہیں رہو گی؟"

"نہیں۔" اس نے انکار کر دیا۔

"اور وہ تمہیں شہر لے کر نہیں جائے گا' اس کا تو مجھے بھی یقین ہے۔" وہ پر سوچ سے لہجے میں بولے تھے۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو پھر آپ یہ بھی یقین کرلیں کہ میں یہاں نہیں رہوں گی آج کل یا پرسوں چلی جاؤں گی۔" وہ بھی فیصلہ سنا کے کھڑی ہوگئی تھی اور ابا جی گہری سوچوں میں ڈوب گئے تھے۔ انہیں اور کوئی حل نہ ملا تو انہوں نے زبیدہ پھوپھو کو فون کر ڈالا اور ساری صورت حال سے پہلے سے آگاہ کردیا تھا۔

☆ ☆ ☆

داور اپنی بیٹھک سے نکل رہا تھا جب اس کی نظر ساتھ والے گھر کی سیڑھیوں کی سمت اٹھی تھی گوری سیڑھیاں چڑھ کے چھت پہ جارہی تھی اور اسے دیکھ کر بے ساختہ ہی داور کے قدموں میں تیزی آگئی تھی اور وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا سیڑھیاں چڑھ آیا تھا۔

"گوری۔" اس نے بے تابی سے اسے پکارا تھا۔ گوری چونک کر اس کی طرف پلٹی۔

"تم یہاں؟" داور کو اپنے پیچھے چھت پہ دیکھ کر گوری کے تیور بدل گئے تھے۔ وہ اب اس سے ملنا ملانا پسند نہیں کرتی تھی۔

"کیوں تم نے ملنے کے سارے راستے بند کردیے ہیں؟"

"راستے کبھی بند نہیں ہوتے، بس قدموں کو روکنا پڑتا ہے اور میں نے قدم روک لیے ہیں۔" وہ سختی سے بولی۔

"لیکن میرے قدم تو تمہاری طرف بڑھتے ہوئے اب بھی نہیں رکتے۔" وہ اپنی چھت سے ان کی چھت پہ آگیا تھا۔

"تم شادی شدہ ہو داور! ایسی باتیں تمہیں زیب نہیں دیتیں، اپنی بیوی کے ساتھ رہا کرو، یوں آوارہ کیوں پھرتے ہو؟"

"ہونہہ! بیوی۔" اس نے نفرت سے سر جھٹکا۔

"کیوں اچھی نہیں ہے؟"

"اچھی ہوتی تو خاور بھائی اسے کیوں چھوڑتے؟" داور کے لہجے میں تمسخر تھا۔

"لیکن تم اسے اچھی بنا تو سکتے ہو نا۔"

"ضرور بنا سکتا تھا اگر اسے پیار محبت یا پھر رشتوں کی قدر ہوتی، اسے پیسہ، گھر اور گاڑی چاہیے، جس کے بل بوتے پہ وہ عیش کرسکے، وہ گاؤں میں رہنے والی چڑیا نہیں ہے، وہ شہر کی فضاؤں میں اڑنا چاہتی ہے، مجھ سے شادی کرنے کا مقصد میری پرکشش جاب تھی، لیکن اب جب اسے یقین ہوگیا ہے کہ میں اس کی ایک بھی نہیں ماننے والا تو وہ کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے، اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ اپنی ماں سمیت سب کو نگل جائے، اس کے اندر صرف روپے، پیسے کی ہوس ہے جو بہرحال میں پوری نہیں کرسکتا، مجھے میرے ماں، باپ نے اتنی محنتوں اور مشکلوں سے پالا پوسا، پڑھایا لکھایا اور آج میں انہیں چھوڑ کر چلا جاؤں اور بیوی کے اشارے پہ ہونہہ! بھول ہے اس کی میں نے پہلے ہی جو زہر کا گھونٹ پیا ہے، وہی کافی ہے اب اور نہیں برداشت کرسکتا۔" اس نے زخمی لہجے میں کہتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"گھر بسانے ہوں تو برداشت کرنا ہی پڑتا ہے۔" گوری مضبوط لہجے میں بولی اور داور چونک گیا۔

"جانتی بھی ہو، برداشت کرنا کیا ہوتا ہے؟"

"مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے؟" وہ طنزیہ ہنسی۔

"تو پھر کیوں کہہ رہی ہو مجھے برداشت کرنے کا؟"

"تاکہ تمہارا گھر بسا رہے۔"

"ہونہہ! بھاڑ میں گیا گھر اور بھاڑ میں گیا میں۔" وہ بری طرح تپ رہا تھا۔

"کیوں؟ بھاڑ میں کیوں گیا؟"

"مجھے نہیں بسانا ایسا گھر۔"

"تو پھر کیسا بسانا ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے ایسا گھر بسانا ہے جس میں پیار ہو، محبت ہو، چاہتیں ہوں، جس میں گوری ہو، داور ہو اور رشتوں کی قدر ہو، جس میں نورین جیسی بدزبان اور بددماغ عورت نہ ہو۔" وہ اک اک لفظ چبا چبا کے کہتا اس کی سمت بڑھا اور گوری دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی، وہ اپنے اور اس کے درمیان فاصلہ رکھنا چاہتی تھی۔

"ایسا ممکن نہیں ہے اب۔"

"ناممکن بھی نہیں ہے گوری۔" داور کی بات پہ گوری بدک گئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں گوری، میں تمہارا تھا، تمہارے پاس سے کہیں اور گیا تھا، مجھے لوٹ کر تمہارے پاس ہی آنا ہے، کیونکہ میں تمہارا ہی ہوں۔" داور کا لہجہ بدل چکا تھا۔

"پاگل ہوگئے ہو تم؟" وہ اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"گوری، میری بربادی میں سب سے بڑا ہاتھ تمہارا ہی ہے، میری بربادی کی ذمہ دار تم ہو، اور مجھے آباد بھی تم ہی کروگی، ورنہ ساری زندگی تمہیں تباہ حال ہی نظر آؤں گا۔" وہ کہہ کے پلٹ گیا تھا اور گوری جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی تھی۔

☆ ☆ ☆
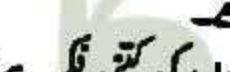
"خدا کے لیے نورین! میرے ہاتھوں کو دیکھو، میں تنگ آگئی ہوں تمہارے روز، روز کے مسائل سے، گھر میں رامین کے رشتے کی بات چل رہی ہے، اگر تم داور سے لڑ جھگڑ کر آجاؤ گی تو اس کا رشتہ بھی ہوتے ہوتے رہ جائے گا۔ لوگ سو سو باتیں بناتے ہیں کہ بڑی بیٹی ایسی ہے تو چھوٹی کیسی ہوگی؟" زبیدہ بیگم نے بیٹی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"چھوٹی بیٹیوں کی کتنی فکر ہے آپ کو؟ لیکن میرے لیے ہی کچھ نہ سوچا آپ نے، مجھے پکڑ کے اس ڈربے میں بند کردیا، کیا میرے لیے ہی یہ پینڈو ملے تھے آپ کو؟ یہاں آپ رامین یا اقرا کا رشتہ بھی تو کرسکتی تھیں؟"

زبیدہ بیگم آج گاؤں آئی ہوئی تھیں اور نورین کو سمجھانے کی کوشش کررہی تھیں اور اس کوشش میں دونوں ماں بیٹی کی آوازیں باہر تک آرہی تھیں۔

"پہلے تمہارا کرتی یا ان کا؟"

"ہونہہ! بڑی اچھی جگہ کیا ہے۔"

"اس وقت تو تم بھی بڑی اتاولی ہورہی تھیں۔" زبیدہ بیگم نے کوئی ادھار نہ رکھا۔

"اس وقت تعریفیں بھی تو آپ ہی کرتی تھیں کہ اس کی جاب لگ گئی ہے، وہ ہزاروں کما رہا ہے، پڑھا لکھا ہے، شریف ہے، منہ میں زبان ہی نہیں ہے، جو کہوں گی وہ مانے گا، مٹی کا مادھو ہے، جی حضوری کرے گا، شہر میں کہوں گی تو شہر میں رکھے گا۔ خاور سے ہزار درجہ بہتر ہے، کہاں گیا ہزار درجہ بہتر؟ وہ تو پیسے پہ ہاتھ ہی نہیں دھرنے دیتا، تنخواہ لاکر اپنی ماں کے ہاتھ پہ رکھتا ہے اور مجھے چند نوٹ خیرات سمجھ کے دے دیتا ہے ہونہہ! یہ خواب پورے کیے ہیں آپ نے میرے؟" نورین ماں پہ چڑھ دوڑی تھی۔

"اس کے ساتھ اچھے طریقے سے رہوگی تو وہ تمہاری مانے گا نا؟"

"میں اس کی بیوی ہوں ملازمہ نہیں کہ جی، جی کرتی رہوں۔"

"تو ٹھیک ہے پھر وہ بھی تمہارا شوہر ہے ملازم نہیں کہ تمہاری جی حضوری کرتا پھرے، ایک بات کان کھول کے سن لو۔ گاؤں کے مرد اگر سیدھے سادے اور اچھے ہوتے ہیں نا تو پھر بہت ٹیڑھے اور بددماغ بھی ہوتے ہیں، بیوی مر بھی جائے تو اپنی مرضی کرتے ہیں، بیوی کی باتوں پہ کان نہیں دھرتے۔"

زبیدہ بیگم نے بیٹی کو سمجھانے کی پوری پوری کوشش کی تھی، لیکن وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ وہ بات سمجھنے والوں میں سے نہیں ہے، اگر سمجھنے والی ہوتی تو شادی کے دوسرے روز ہی اٹھ کر تقاضے شروع نہ کرتی۔ وہ اپنی بات منوانا چاہتی تھی تو پہلے داور کو اپنے پیار محبت اور توجہ سے رام کرتی، لیکن وہ تو گرم گرم کھانے پہ تلی ہوئی تھی، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ گرم گرم کھانے سے منہ جل جایا کرتا ہے۔

"تو میں بھی اس کی باتوں پہ کان دھرنے والی نہیں ہوں میں بھی وہ ہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا۔" اس کی خودسری اور ہٹ دھرمی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"دیکھ نورین! پہلے تمہاری بدزبانی کی وجہ سے خاور نے تجھے چھوڑ دیا اور اب تو چاہتی ہے کہ داور بھی تجھے چھوڑ دے؟ دیکھ خدا کے لیے مجھے باقیوں کے فرض سے فارغ ہونے دے۔ تو کیوں میرے سینے پہ مونگ دلنا چاہتی ہے؟" زبیدہ بیگم نے حقیقتاً" اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"یعنی آپ کو باقیوں کی فکر ہے میری نہیں؟"

"تیری فکر کیوں کروں؟ تجھے اتنے جتن کرکے بیاہا ہے' اتنا پڑھا لکھا خوب صورت شوہر ہے' تیرے ماموں کا گھر ہے' تجھے کیا ڈر ہے جیسے چاہے رہے۔"

"ہاں۔ یہاں رہوں اور سب کی خدمتیں کروں اور وہ شہر جاکر آزاد پھرتا رہے' کیا مجھے یہاں قید کرنے کے لیے بیاہ کرلایا تھا۔"

"وہ زونیرا بھی تو اسی گھر میں رہ رہی ہے؟"

"وہ زونیرا ہے' میں نورین ہوں' نورین نازلی' ایم اے انگلش' کیا میرے جتنی خوب صورت اور پڑھی لکھی ہے وہ؟ اونہہ! پورا دن ہانڈی اور چولہے میں گھسی رہتی ہے۔"

"پورے گھر پہ اور شوہر کے دل پہ راج بھی تو وہی کررہی ہے نا؟ خاور اس کا نام لے لے کے جیتا ہے' داور اس کی عزت کرتا ہے' بھائی صاحب اور بھرجائی اس بہو سے خوش اور مطمئن ہیں' وہ بھلا کیا کرتی ہے ان کے لیے؟ گھر کے کام اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بات' بس یہ ہی کرتی ہے نا؟ اور وہ سب خوش ہوجاتے ہیں' پورا گھر سکون سے رہتا ہے اور تم۔ جب سے آئی ہو اس گھر کے سکون برباد کرنے پہ تلی ہو؟"

انہوں نے اسے ہر طرح سے سمجھا دیکھا تھا' مگر نتیجہ وہ ہی۔۔۔ زبیدہ بیگم اسے اس کے حال پہ چھوڑ کر چلی گئی تھیں' جس پہ نورین ماں کی طرف سے بھی بدگمان ہوگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ٹھیک ہے میں تمہیں شہر لے جانے کے لیے تیار ہوں۔" اس نے رضامندی دے دی تھی اور نورین حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے دیکھنے لگی۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں' لیکن ایک شرط پر۔" اس نے اپنا بیگ تیار کرتے ہوئے کہا شادی کو چھ ماہ ہوگئے تھے' لیکن وہ جب بھی شہر جاتا تھا اپنی پیکنگ خود کرتا تھا ا سے کبھی اتنی توفیق نہیں ہوئی تھی کہ وہ شوہر کا کام خود کردے۔

"کیسی شرط؟"

"یہ ہی کہ تم دوبارہ کبھی گاؤں نہیں آؤگی اور ہمیشہ شہر میں رہوگی' اس گھر میں جو میں لے کردوں گا۔" داور نے اپنا تولیہ کھونٹی سے اتار کر طے کیا اور بیگ میں رکھ دیا' نورین اس کی شرط پہ ٹھٹکی' لیکن اپنی ضد اور اپنی بات پوری ہونے کا ایسا خمار تھا کہ اسے کسی بھی چیز کی پروا نہیں رہی تھی' اس کی تو شہر کا نام سن کے ہی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

"مجھے منظور ہے۔" اس نے فوراً" ہامی بھرلی اور دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے اندر چلے آنے والے ابا جی اس کی بات سن کر واپس پلٹ گئے تھے۔ داور جانتا تھا کہ وہ کیوں واپس پلٹے ہیں' وہ اپنا بیگ تیار کرکے اس کی زپ بند کرکے باہر نکل آیا تھا۔

"ابا جی؟" وہ ابا جی کے پاس آبیٹھا اور چند لمحے دونوں باپ' بیٹے کے درمیان یوں ہی خاموشی سے گزر گئے تھے۔

"کیوں کررہا ہے ایسا؟" بات ابا جی نے ہی شروع کی تھی۔

"اور کوئی حل بھی تو نہیں ہے۔" داور کا لہجہ بھاری اور سنجیدہ تھا۔

"تو اس کی ضد کی خاطر ہمیں چھوڑ دے گا؟" ان کا لہجہ دکھی سا ہو رہا تھا۔

"آپ کی ضد کی خاطر گوری کو بھی تو چھوڑ دیا تھا۔" اس کا انداز تمسخر لیے ہوئے تھا۔ ابا جی شرمندہ ہوگئے' بیٹے کی بے سکونی کا سبب وہ ہی تھے' انہوں نے ہی یہ طوق اس کے گلے میں ڈالا تھا۔

"مجھے معاف کردے داور! تیرا باپ تیرا مجرم ہے' اپنی بہن سے رشتہ نبھانے کے لیے میں خود غرض ہوگیا تھا' اپنی اولاد کی خوشیاں بھی روند ڈالیں' لیکن بدلے میں کیا ملا؟ پچھتاوا اور سب سے ندامت' خاور صحیح تھا' اس کی پہچان صحیح تھی' وہ نورین کے ارادے شروع سے ہی جان گیا تھا' وہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی' کسی کو اپنا غلام بنانا چاہتی تھی' دولت اور جائیداد پہ عیش کرنا چاہتی تھی' وہ گھر بسانے والی نہیں گھر اجاڑنے والی عورت ہے' میں اسے جان گیا ہوں' وہ پتا نہیں کیا کرنا چاہتی ہے اور کیا نہیں؟ تم اسے کہیں بھی لے کر چلے جاؤ' تمہیں سکون کی زندگی نہیں جینے دے گی' ابھی وقت ہاتھ سے نہیں نکلا' فیصلے کی ڈور تیرے ہاتھ میں ہے' جو ہے کر' میرے لیے تیری خوشی تیرا سکون اہم ہے' میرے لیے تیری گوری اہم ہے۔"

ابا جی نے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ دیا تھا اور داور دم بخود رہ گیا تھا۔ اسے اپنے کانوں پہ اپنی سماعتوں پہ شبہ ہو تھا کہ ابا جی نے یہ سب کیا کہا ہے؟

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"ہاں پتر! ٹھیک کہہ رہا ہوں' عقل دیر سے بھی آجائے تو عقل کی مان لینی چاہیے' کیونکہ عقل آتی کبھی کبھی ہی ہے۔" انہوں نے داور کا کندھا تھپکا۔

"نہیں ابا جی! میں ایسا نہیں کرسکتا' ہوسکتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہوجائے اور اسے بھی اپنے رویے کا احساس ہوجائے؟" داور نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ابا جی کا فیصلہ رد کردیا تھا۔

"اسے کبھی اپنے رویے کا احساس نہیں ہوگا' اگر ہونا ہوتا تو اسی وقت ہوجاتا' جب اس نے خاور کے ساتھ برا سلوک کیا تھا' خاور کے بعد تم اس کی زندگی میں آئے تھے' اسے تمہاری قدر کرنی چاہیے تھی۔ اور اب تم ہی دیکھ لو تم نے اسے ہمیشہ کے لیے شہر چلنے کا کہا اور وہ فوراً" مان گئی ہے' اس نے کبھی گاؤں نہ آنے کا فیصلہ کیا ہے' کتنی آسانی سے وہ سب کو چھوڑ کے جانے پہ تیار ہوگئی ہے؟ ایسا ہی اگر خاور' زونیرا سے کہے تو کیا وہ مان جائے گی؟ چلی جائے گی؟" ابا جی تلخ ہورہے تھے' داور چپ ہوگیا تھا۔ پھر ذرا توقف سے دوبارہ بات شروع کی۔

"میں نے نورین کو شہر لے جانے کا فیصلہ بھی آپ سب کے لیے کیا ہے' تاکہ گھر میں روز ہونے والی چخ چخ تو ختم ہو' جب بھی گاؤں آئے گی تو آپ سب کو پریشان کرے گی' اس لیے بہتر ہے کہ وہ کبھی یہاں آئے ہی نہ۔" داور نے سر جھٹکا اور کھڑا ہوگیا تھا۔

"کہاں جارہے ہو؟"

"بالی کا پتا کرنے' سنا ہے کل سے بیمار ہے وہ۔" داور کہہ کے باہر نکل گیا تھا اور ابا جی سرہانے سے ٹیک لگائے گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

"السلام علیکم۔" گوری بالی کے سرہانے بیٹھی اسے دوائی پلا رہی تھی' جب داور نے اندر داخل ہوتے ہوئے سلام کیا تھا' وہ دونوں ہی چونک گئے تھے۔

"داور لالہ۔" بالی اسے دیکھ کر خوش ہوا تھا۔

"کیسے ہو یار؟ کیا ہوا ہے؟" داور نے بالی سے ہاتھ ملایا اور کرسی کھینچ کے بیٹھ گیا تھا۔ گوری چمچہ ٹیبل پہ رکھ کے دوائی کی شیشی کا ڈھکن بند کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کل سے بخار ہے' اتر ہی نہیں رہا۔" بالی نے منہ بنا کے کہا۔

"دوائی باقاعدگی سے کھا رہے ہو؟"

"ہاں گوری ساری دوائیاں پورے ٹیم (ٹائم) پہ دیتی ہے۔"

"صرف دوائی دینے سے کچھ نہیں ہوتا' ہاتھ میں شفا بھی ہونی چاہیے کسی دوسرے کو افاقہ تو ہو۔" اس نے کن انکھیوں سے گوری کو دیکھا۔

"شفا دینے والا تو اوپر والا ہے' اس میں کسی بندے کا کیا ہاتھ ہے بھلا؟"

"بندوں کے ہاتھ میں شفا بھی اوپر والا ہی دیتا ہے' لیکن بندے ایسے سرد اور سفاک ہوگئے ہیں کہ کسی دوسرے کو شفا سے فیض یاب کرنے کا حوصلہ نہیں

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھتے۔" وہ گوری پہ چوٹ کر رہا تھا' لیکن وہ اس کی بات سنی ان سنی کرتی بالی سے مخاطب ہوئی۔

"تمہیں نیند آئے تو تم سو جانا' میں تمہارے لیے ابھی کھچڑی بنانے لگی ہوں۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئی اور داور بالی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے بیٹھ گیا تھا۔

"خالہ جی اور چاچا کہاں ہیں؟"

"وہ کھیتوں سے پٹھے (چارا) لینے گئے ہیں' کاکی بھی ان ہی کے ساتھ گیا ہوا ہے۔"

"کب آئیں گے؟"

"تھوڑی دیر لگ جائے گی' پہلے پٹھے وڈ نے (کاٹنے) ہیں' پھر لے کر آنے ہیں۔" بالی اسے آہستہ آہستہ جواب دے رہا تھا' رفتہ رفتہ اس کی زبان لڑکھڑانے لگی تھی' وہ غنودگی میں اتر رہا تھا اور اس سے بات نہیں ہو رہی تھی' جب وہ بالکل چپ ہو گیا اور گہری نیند سو گیا' داور چادر اس کے اوپر اوڑھا کر باہر آ گیا' رسوئی سے لکڑیاں جلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں' وہ رسوئی میں ہی چلا آیا۔

"اب کیوں بھاگ رہی ہو مجھ سے؟ اب تو تمہیں خوش ہونا چاہیے' میں نورین کو لے کر شہر جا رہا ہوں۔" وہ یہ ہی اطلاع دینے آیا تھا شاید' لہجہ کافی تلخ اور زخمی تھا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" گوری نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔

"تمہارے لیے اچھی ہی ہے' اب تو تم آزادی سے رہ سکو گی نا' کوئی دیکھنے والا ہوگا نہ کوئی چاہنے والا۔"

"میں تمہیں پہلے بھی کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ تمہاری بیوی ہے نا' اس کے ساتھ ایسی باتیں کیا کرو۔" گوری نے اسے ٹوک دیا۔

"اب اسی کے ساتھ کروں گا۔" جواباً" وہ بھی تلخی سے بولا۔

"بس پھر ٹھیک ہے۔" گوری نے تسلی سے کہا اور رسوئی سے باہر نکلنے لگی' اسے داور کے ساتھ اکیلے کھڑے ہونا مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" داور نے بے ساختگی میں پھر اس کا دوپٹہ پکڑ لیا تھا' لیکن اتنے میں رسوئی کے سامنے نورین آ کھڑی ہوئی تھی' نورین نے یک دم آنکھیں پھیلا کر ان کے اس انداز کو دیکھا تھا' گوری گھبرا گئی تھی اور داور نے گہری سانس کھینچتے ہوئے اس کا پلو چھوڑ دیا تھا۔

"اوہ! تو یہاں یہ سین چل رہا ہے؟ واہ واہ کیا عیاشیاں ہو رہی ہیں یہاں؟" نورین تمسخرانہ اور کاٹ دار لہجے میں تالی بجاتے ہوئے بول رہی تھی۔

"نورین! کچھ غلط مت کہنا' ورنہ بہت برا ہوگا۔" داور نے اس کے تیور دیکھ لیے تھے' اسی لیے اسے ٹوکا تھا۔

"کیا! ابھی بھی برا ہونے کی کسر باقی ہے؟ کیا ابھی بھی میں ہی غلط ہی ہوں؟ میری کس کے پیچھے یہ کھیل کھیلتے رہے تم دونوں اور مجھے پتا ہی نہ چلا؟ اسی لیے۔ اسی لیے تو تم شہر نہیں جاتے تھے' اسی لیے تو تم نے مجھ پہ گاؤں نہ آنے کی پابندی لگائی ہے' اسی لیے تو اب تم مجھے راستے سے ہٹانا چاہتے ہو' ذلیل کمینی تو میرے حق پہ ڈاکا ڈالتی رہی ہے' میرے شوہر کے ساتھ گلچھرے اڑا رہی ہے؟ میں تیرا خون پی جاؤں گی۔"

وہ یک دم گوری پہ جھپٹی' لیکن گوری کوئی دھان پان قسم کی کمزوری سی لڑکی نہیں تھی' اس نے اپنی طرف بڑھنے والی نورین کو اک دھکے سے پرے دھکیل دیا تھا۔

"دور رہ کے بات کر' اور سنبھال اپنا شوہر' جب سے تیرا شوہر بنا ہے' آنکھیں جل جائیں جو کبھی اس نظر سے دیکھا بھی ہو' لگتا ہے تیری منحوس شکل کا سایہ پڑ گیا ہے' پہلے دیکھتی تھی تو رج رج کے دیکھتی تھی' اب دیکھتی ہوں تو دیکھنے کو دل ہی نہیں چاہتا' اس کی شکل میں تیری شکل نظر آتی ہے' اور میں نے آگ لگانی ہے تیری شکل کو؟" گوری بھی سیر کو سوا سیر ثابت ہوئی تھی۔

"عیاشی کرے تو اور تیری ماں' بہنیں' میرے بارے میں ایسی بات کی تو منہ توڑ کے رکھ دوں گی اور نہ

ہی اپنی ٹانگوں پہ واپس جائے گی۔" گوری نے اگلی پچھلی کسر پوری کر ڈالی تھی' داور کا دل خوش ہو گیا تھا۔

"ہی اوئے میری شیرنی" اس نے دل ہی دل میں نعرہ لگایا تھا۔ لیکن نورین جیسا خبیث بھی اس دنیا میں دوسرا کوئی نہیں تھا' اس نے کھڑے کھڑے بدلہ لیا تھا' بلند آواز سے شور مچانے لگی۔

"نورین! بس کرو یہ' یہ سب کیا کر رہی ہو' لوگ کیا سوچیں گے؟ نورین خدا کے لیے۔" داور اسے منع کرتا رہ گیا' لیکن وہ باز نہ آئی' وہ اسے کھینچتا ہوا گھر لے آیا تھا۔

"کیوں میری زبان بند کرنا چاہتے ہو' کیوں چھپانا چاہتے ہو؟ مجھے بتانے دو سب کو' میں چیخ چیخ کر بتاؤں گی کہ گوری میرے شوہر کے ساتھ اکیلے گھر میں رنگے ہاتھوں رنگ رلیاں منا رہی تھی۔"

"نور . اپنی زبان بند رکھو' ورنہ میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔" داور پوری قوت سے دھاڑا تھا' محلے میں شور سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے اور نورین کے ساتھ ساتھ داور کی آواز بھی سن رہے تھے۔

"تم اس کے لیے مجھے طلاق دو گے؟" نورین چیخی۔

"اس کے لیے تم سے شادی کر سکتا ہوں تو تمہیں طلاق بھی دے سکتا ہوں۔" اس کا لہجہ برف کی مانند سرد تھا۔ نورین اور زیادہ بھڑک اٹھی تھی۔

"کیا کہا' تم نے اس کی خاطر مجھ سے شادی کی تھی۔"

"ہاں۔" اس نے کوئی بھی لگی لپٹی رکھے بغیر سر ہلایا۔

"دیکھا ماما جی! دیکھا آپ نے؟ وہ مان رہا ہے کہ وہ گوری کے ساتھ۔"

"ہم جانتے ہیں کہ وہ گوری سے محبت کرتا ہے اور کرنی بھی چاہیے' وہ اس کی منگیتر تھی' بچپن کی منگیتر' لیکن عقل ماری گئی میری' ان کی بچپن کی منگنی توڑ ڈالی' مجھے سزا تو ملنی ہی تھی' وہ بھی تمہاری صورت میں' میرے گھر کی کبھی کسی نے اونچی آواز نہیں سنی تھی اور آج پورا محلہ سن رہا ہے۔" انہوں نے شکستگی سے کہتے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئے دروازے میں نظر آنے والے لوگوں کو دیکھا' جو
طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے اور ان کی باتوں سے
اور نورین کی باتوں سے داور نے بس ایک فیصلہ ہی کیا تھا اور
کھڑے کھڑے وہ فیصلہ سنا بھی دیا تھا اس نے سب کے
سامنے' نورین نائلہ کو اس کی اوقات دکھا دی تھی' سب
ہی لوگ دم بخود رہ گئے تھے اور داور اپنا بیگ اٹھا کر چلا
گیا تھا' اس نے شہر جانا تھا آج...!

شادی کی ساری تیاریاں ہو چکی تھیں' لیکن پھر بھی
گوری شادی کے لیے نہیں مان رہی تھی' نورین کو
طلاق دیے آٹھ مہینے ہو گئے تھے اور آٹھ مہینوں سے
سب ہی گوری کو راضی کر رہے تھے' لیکن وہ مسلسل
انکاری تھی اور آخر کار اس محاذ پہ خود داور کو کھڑا ہونا پڑا
تھا' وہ سیدھا گوری کے گھر آ گیا تھا' اتفاقاً آج بھی گھر
پہ کوئی نہیں تھا۔

"کیا ارادہ ہے تمہارا؟" گوری نہا کر نکلی تھی' سیاہ
گھنے لمبے بال آج چوٹی کی قید سے آزاد اس کی پوری کمر
پھیلے ہوئے تھے اور بالوں سے نچڑنے والا پانی اس کی
قمیص کو جسم کے ساتھ چپکا گیا تھا' داور کو نظر چرانی پڑی
تھی۔

"میرے ارادے آٹھ مہینے سے تم سن تو رہے
ہو۔" وہ اس کی اچانک آمد پہ چونکی نہیں تھی۔

"وہ تو میں لوگوں کے منہ سے سنتا رہا ہوں' اب
تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔" داور اس کے روبرو
آکھڑا ہوا۔

"کیا سننا چاہتے ہو؟" اس نے داور کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈال کے دیکھا' وہ نہا کر نکلی تھی' آنکھیں بھی
کاجل کے بوجھ سے آزاد تھیں' آج تو وہ نکھری ستھری
دھلی دھلائی بہت دلکش لگ رہی تھی' نہ چوٹی' نہ
پراندہ' نہ کاجل' نہ چوڑیاں' داور کا دل چاہا اسے دل میں
اتار لے۔

"کہ تم مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتیں۔" وہ دھیمے
سے لہجے میں بولا۔

"ہاں۔ میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی' لیکن تم
اگر دل سے مناؤ گے تو مان بھی سکتی ہوں۔" اس نے
کہتے ہوئے اپنی مسکراہٹ روک لی تھی اور داور شادی
مرگ کی سی کیفیت سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"تم سچ کہہ رہی ہو گوری؟ میں تمہیں مناؤں اور تم
مان جاؤ گی؟" وہ دیوانہ ہو اٹھا۔

"ظاہر ہے۔ تمہارے کہنے سے نہیں مانوں گی تو اور
کس کے کہنے سے مانوں گی؟ تم نے بھی تو میری بات
مانی تھی' آج میں مان لوں گی تو کیا ہو گا؟" وہ ادا سے
اترا کر بولی تھی۔

"یاہو۔" داور کا نعرہ بے ساختہ تھا۔ گوری یک دم
ہنستے ہوئے پلٹ گئی' لیکن اس کے پلٹنے کی وجہ سے اس
کے بھیگے بال داور کے چہرے کو چھو کر نم آلود کر گئے
تھے۔

"کہاں جا رہی ہو؟" وہ تھامتے ہوئے بولا۔

"اندر سنگھار کرنے۔"

"سنگھار؟" داور کچھ نہ سمجھا۔

"اتنے دن ہو گئے' نہ پراندہ پہنا ہے' نہ کاجل لگایا
ہے' نہ چوڑیاں پہنی ہیں' لیکن آج تمہیں دیکھا ہے تو
سنگھار کرنے کو دل چاہنے لگا ہے۔" وہ پلو چھڑاتے
ہوئے بولی۔

"اب اس سنگھار کی کیا ضرورت ہے' اب ایک ہی
بار شادی کے روز کرنا' پورے سولہ سنگھار۔" داور نے
مشورہ دیا۔

"اس سنگھار کے لیے تو ابھی سامان لانا ہے اور وہ
بھی تم لے کر آؤ گے' لسٹ لکھواؤں گی' درجن سونے
کی چوڑیاں' بڑے بڑے جھمکے' سونے کی چین اور...
اور یہ..." آگے وہ تھم گئی۔

"اور؟" داور نے اکسایا۔

"اپنا پیار۔" وہ آہستگی سے کہہ کے اندر کی طرف
لپکی اور داور یک دم قہقہہ لگا کے ہنسا اور یوں ہی ہنستے
ہوئے سرشار سا گھر لوٹ آیا' سب کو رضامندی کی نوید
بھی تو سنانی تھی اور گوری اس کے قہقہوں کی آواز اپنے
گھر میں کھڑی سن رہی تھی' جس پہ اس کے اپنے لب
بھی مسکرا رہے تھے' شاید اس لیے کہ اللہ نے انھیں
آزمائش میں سرخرو کر دیا تھا۔

☆ ☆

www.paksociety.com